مسنون ادعیہ کی طاقت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس نے ہر دن کی صبح کو اور ہر رات کی شام کو یہ کہا:

((بِاسْمِ اللّٰهِ لا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ .))

''اس اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نہ زمین میں نقصان پہنچاتی ہے اور نہ آسمان میں اور وہ بڑا سننے والا اور بڑا علم والا ہے۔'' اس کو کوئی چیز کبھی نقصان نہیں پہنچاتی۔

ابوالزناد نے یہ حدیث حضرت عثمان کے فرزند ابان سے سنی۔ اُن کو فالج ہو گیا تھا۔ حدیث سن کر انھوں نے ابان کی طرف دیکھا تو وہ سمجھ گئے اور بولے: میاں! حدیث تو وہی ہے جو میں نے تم سے بیان کی لیکن جس دن مجھ پر فالج آیا اسی دن میں نے یہ دعا نہ کہی تا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر جاری ہو کے رہے۔

حکمرانوں کی ذمہ داری

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه، من كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه بها كربة من كرب يوم القيامة، ومن ستر مسلمان ستره الله يوم القيامة.))

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ٢٤٤٢، صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٥٨٠)

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہوتا ہے اللہ اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔ جو کسی مسلمان کی پریشانی دور کرنے میں لگا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے روز کوئی ایک پریشانی دور فرما دے گا اور جس کسی نے مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی ضرورتوں کو پورا فرماتے ہیں جو لوگوں کی ضرورتوں کا خیال رکھتا ہے اور انھیں اپنی طاقت کے مطابق پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ذمہ داری خاص طور پر حکمرانوں کی ہے کہ وہ اپنی رعایا میں سے جو ضرورت مند ہیں ان کی ضرورتوں کو پورا کریں، بصورت دیگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل حدیث مبارکہ میں ایسے حکمرانوں کی مذمت بیان فرمائی جو لوگوں کی ضرورتوں کا خیال نہیں رکھتے۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ جس شخص کو مسلمانوں کے امور کا والی مقرر کر دیتا ہے اور وہ ان کی حاجات وضروریات پوری کرنے اور مصائب دور کرنے میں ان کی مدد نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس (والی) کی حاجات وضروریات اور مصائب میں مدد نہیں کرتا۔" (سنن أبي داود، رقم الحديث: ٢٩٤٨)

موجودہ حالات میں ہمارے حکمرانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے، آیا وہ پہلی حدیث کے مصداق بن کر اپنے لیے آسانیوں کے دروازے کھولتے ہیں یا دوسری حدیث کے بموجب اپنے لیے تنگ دستی اور مصائب کا راستہ منتخب کرتے ہیں۔

1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

25 صفر المظفر 1433ھ جمعة المبارک 20 تا 26 جنوری 2012ء

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ الاعتصام لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 03 جلد 64

جواہر پارے	مسنون ادعیہ کی طاقت		
کلمہ طیبہ	حکمرانوں کی ذمہ داری		
اداریہ		(حافظ احمد شاکر)	2
درس قرآن	تفسیر سورہ یس......(۲)	(مولانا ارشاد الحق اثری)	4
آثار حنیف بھوجیانی	جرعات......(۳)	(مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی)	6
عقائد	اللہ تعالیٰ کی صفت کلام	(مفتی عبید اللہ خان عفیف)	8
پند ونصائح	دین میں اعتدال کی راہ......(۲) آخری	(مولانا محمد خالد سیف)	16
اسلام اور عصر حاضر	دینی نصاب تعلیم میں............	(عطاء محمد جنجوعہ)	22
اصلاح معاشرہ	اس سے پہلے کہ	(جاوید چودھری)	25
تبصرۂ کتب	جواہر ہدایت ۔ مسئلہ رؤیت ہلال اور ۱۲ اسلامی مہینے	(محمد سلیم چنیوٹی ۔ حماد الحق نعیم)	28
فہرست اردو کتب	فہرست اردو کتب محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری		31
شعر و ادب	آئین چاہیے	(شورش کاشمیری)	

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر : 042-3735 4406
فیکس نمبر : 042-37229802
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	12/- روپے
سالانہ	:	500/- روپے
بیرونی ممالک سے	:	200/- ریال
		60/- ڈالر امریکی

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

آخری حد

حافظ احمد شاکر

''اور اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ (ہر طرح) امن چین سے بستی تھی، ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا تھا مگر ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کے سبب ان کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھا دیا۔''

مذکورہ بالا آیت سورۂ النحل کی آیت نمبر ۱۱۲ ہے۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اس آیت میں نعمتوں کی ناشکری کا جو ذکر کیا گیا ہے ان میں سب سے بڑی نعمت رسالت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی عطا تھی۔ لیکن کفار مکہ نے اس نعمت کی ناشکری بایں طور کی کہ وہ ایمان کی نعمت سے بہرہ یاب نہ ہوئے، چنانچہ اس ناشکری کے بعد سات سال تک مکہ مکرمہ بارش نہ ہونے کی بنا پر قحط کا شکار رہا۔ اور اہل مکہ بھوک کے عذاب میں مبتلا رہے اور بھوک کے باعث موت کا خوف بھی ان پر طاری رہا۔

اس آیت مبارکہ کو قیام پاکستان کے حالات پر اگر منطبق کریں کہ قیام پاکستان ...... لیڈروں کی نیت اور کردار سے قطع نظر ...... عام مسلمانوں کے جذبات بلکہ ان کے ایمانی جذبے کہ ''ربّ کی دھرتی پر ربّ کا نظام'' کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت تھی، جس نسل نے قربانیاں دے کر، دکھ جھیل کر، جانیں اور مال گنوا کر اور گھر بار لٹا کر یہ خطۂ زمین حاصل کیا تھا وہ نسل جب انسان کے طبعی تقاضوں کے مطابق ڈھلنے لگی اور اگلے جہاں کو چلنے لگی تو نئی پود کو بنا بنایا ایک ملک اور وطن مل گیا لیکن وقت کے حاکموں سیاستدانوں قومی لیڈروں نے جب عوامی جذبے ...... لا الہ الا اللہ ...... کی قدر نہ کی اور عوام نے بھی اس کو فراموش کر دیا تو اس کوتاہی کی پاداش میں نسل نو نے بھوک کا عذاب دیکھنا بھی شروع کر دیا اور دشمن کا خوف بھی اس نسل کے ذہن پر طاری رہنے لگ گیا۔

اس سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے لیکن اسلام نام ہے ایمان اور عمل صالح کا۔ کفار مکہ چونکہ اہل زبان تھے وہ ایمان اس لیے نہ لائے کہ وہ اس کے معانی کی وسعت سے بخوبی آشنا تھے اور ہم لوگ چونکہ زبان نہیں جانتے اس لیے ایمان تو ہم لے آتے ہیں لیکن عمل صالح نہ صرف نہیں کرتے بلکہ اس سے اکثر گریزاں رہتے ہیں بلکہ بعض کج رو عمل صالح کی تاویلات باطلہ بھی کرتے ہیں اور بعض بدبخت ان کا استہزاء تک کے مرتکب بھی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً شرعی شکل صورت اور شرعی لباس و پہناوے کی بے احترامی۔

ابھی بہت سے وہ لوگ بقید حیات ہوں گے جنھوں نے ۱۹۶۵ء کی جنگ دیکھی جس میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ نے عساکر پاکستان کو توفیق عطا کی کہ انہوں نے وطن عزیز کے کامیاب دفاع کیا تھا، اس وقت تک وطن عزیز میں بدامنی، بھوک، افلاس اور مرعوبیت ...... یعنی دشمن کے خوف ...... کا یہ سماں نہ تھا، روزگار بھی تھا، صنعت کا پہیہ بھی چالو تھا، بدعنوانی ایک عیب گردانی جاتی تھی، فحش اور بے حیائی کا اس قدر سیلاب نہ تھا لیکن اس انعام الٰہی کو جب ہمارے حکمرانوں اور سیاستدانوں نے ذاتی صلاحیت، بہادری، حکمت عملی اور دانائی بایں طور جانا کہ شکر الٰہی بجا لانے کی بجائے فاتحانہ جشن منائے جانے لگے اور ہماری افواج نے جس جذبے یعنی تعلیماتِ اسلامیہ کے باعث شہادت کو مقصد قرار دیتے ہوئے دفاع میں کامرانی حاصل کی بعد کی حکومتوں اور حکمرانوں نے اسی جذبے اور مقصد کو پامال کرنا یوں شروع کر دیا کہ ہم نے حکومت کا مقصد یا اقتدار کے لیے لا الٰہ الا اللہ کو نعرہ قرار دینے کی بجائے عوام کو روٹی کپڑے اور مکان کا نعرہ دے دیا اور جس مردِ مسلمان نے اپنی عساکر کے جذبات کو یہ کہہ کر زقند لگائی یا حوصلہ بڑھایا کہ لا الہ الا اللہ کہہ کر دشمن پر کود پڑو ہم نے اس کو مبغوضِ جمہوریت قرار دے کر اس کے خلاف ایسا طوفانِ بدتمیزی برپا کیا کہ صنعت کا پہیہ جام ہو گیا، کاروبار تباہ ہو گئے، مشرقی و مغربی پاکستان میں نفرت کی دیوار چنی جانے لگی سیاستدانوں نے ذاتی مفادات وخواہشات کی خاطر وطن عزیز کے دونوں بازوؤں کے مسلمان بھائیوں کے درمیان کینہ پیدا ہی نہیں کیا اس کو

مسلسل ہوا بھی دینے لگے، عوام بے چارے اپنے خوش کن نعرے پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کو ڈھونڈنے میں لگے رہے جبکہ ایک بازو کا لیڈران کو روٹی کپڑا اور مکان کے نعروں سے بہلاتا رہا اور دوسرے بازو کا راہ نما ایک بازو کے حکمرانوں اور سیاستدانوں کے دجل وفریب اور خود غرضیوں و بدعنوانیوں کو بے گناہ مسلمان بھائیوں کی دلوں میں نفرت ڈالنے کے لیے استعمال کرتا رہا نتیجہ؟ جلد ہی یہ سامنے آ گیا کہ ہم نے ۱۹۶۵ء کی نعمت کے بعد کا شکر ادا کرنے کی بجائے اللہ کی طرف سے مونہہ موڑ لیا اور ہمارے سیاستدانوں وحکمرانوں نے ''اوّل تا آخر'' خالق کی بجائے مخلوق پر اعتماد کرنا شروع کر دیا، اور مسبب الاسباب کے حضور جھکنے اور اس کی طرف دھیان کرنے کی بجائے ہم نے اسباب پر انحصار کو مقدم جانا۔ تعلیمات اسلامیہ کی برکت سے ہم نے دشمن پر جس لا الٰہ الا اللہ کی دھاک بٹھائی تھی ہم اس مضبوط رسی ہی کو چھوڑ بیٹھے۔ اپنی بداعمالیوں کے سبب کل کے بھائی سزا کے طور پر آج کے دشمن بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے تنبیہاً ہم صرف چھ سال بعد ایک بازو سے محروم کر دیا انا للہ و انا الیہ راجعون لیکن افسوس کہ...... ہمارے خیال کے مطابق...... ہماری کسی سیاسی تو کجا مذہبی جماعت نے بھی اس وقت قوم کو من حیث القوم انابت الی اللہ یا اجتماعی توبہ واستغفار کی طرف راہ نمائی تو کیا کرنا تھی توجہ بھی نہیں دلائی۔

مطالبہ پاکستان کے معروف نعرے...... پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ...... کو اگر زبان خلق سے نقارہ خدا تسلیم کر لیا جائے تو قیام پاکستان پہلا انعام الٰہی تھا اور فتح وشکست سے بالا توفیق الٰہی سے عساکر پاکستان کے ذریعے دفاع پاکستان دوسرا انعام تھا افسوس کہ ہم نے شکر تو کیا کرنا تھا اس کا کبھی سوچا تک نہیں اس ناشکری کے باعث وطن عزیز کی ترقی کو نہ صرف بریک لگ گئی بلکہ عالمی طاغوت پاکستان کی ترقی کو ریورس گیئر لگانے میں کامیاب ہو گیا۔

طاغوت نے یہ کامیابی کس طرح حاصل کی سن وسال کے حوالے سے اگر وطن عزیز کی معیشت کا گراف ملاحظہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے تو ۶۸۔۶۷ تک صنعت کا پہیہ رواں دواں ہونے سے مسلسل اوپر جا رہا تھا اس کے بعد یہ گراف نیچے آنا شروع اس طرح ہوا کہ مشرقی ومغربی پاکستان کے مابین نفرت کے بیج بوئے گئے چند سیاستدانوں کی لوٹ کھسوٹ چند افسروں کی دفتری کارستانیوں اور چند حکمرانوں کے متکبرانہ رویے نے نفرت کے اس شعلے کو بھڑکاتے رہے جو لوگ خداداد صلاحیت، شب وروز محنت اور خون پسینے سے وطن عزیز کو صنعتی ترقی کی روز افزوں شاہراہ کی طرف لے جا رہے تھے ان کے خلاف مزدور وسرمایہ دار کی اصطلاح کو رواج دیکر آجر ومزدور کے مابین منافرت کی نیوں، رکھ دی گئی جس سے پیداوار کم ہونے لگی اخراجات تو وہی تھے جو ہوتے رہے لیکن مزدور کو نہ صرف مزدوری کم ہونے کا احساس دلایا جانے لگا بلکہ ان کو کام نہ کرنے پر بھی ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت اکسایا جاتا رہا اور ایک مضبوط پروپاگنڈے سے ان میں کارخانوں اور ملوں کا احساس ملکیت بیدار کیا گیا اور اس کی بڑے جوش سے نمو بھی کی جاتی رہی طاغوت کی اس ساری سازش اور حیلہ کاری سے معیشت کا گراف جب تیزی سے نیچے آنے لگا تو حکومت کو ترقی کے نام پر اور کارخانہ داروں کو تجارت میں وسعت کے نام پر سودی قرض کے جال میں پھنسا دیا گیا، جس سے حکومت اپنی مصنوعات کی آمدن سود میں دیتی رہی اور مزید قرض لیتی رہی جبکہ کارخانہ دار وسرمایہ دار سود کی رقم اپنی مصنوعات کی قیمت میں شامل کر کے صارف کی جیب سے نکالنے لگا تو نتیجے میں مہنگائی بڑھتی رہی اور یوں معیشت کی بلند ہوتی ہوئی دیوار گرنے لگی جو اب زمین بوس ہو چکی یا ہونے کو ہے۔

اس ساری داستان کو ہم حکمرانوں کی نااہلی کہہ لیں سیاستدانوں کی بدنیتی کہہ لیں یا افسروں کی غلط پالیسیاں کہہ لیں لیکن ہمارے خیال میں ایک تو یہ ناشکری کی ایسی سزا تھی جس کی طرف من حیث القوم کبھی ہمارا دھیان ہی نہیں گیا یا پھر بلکہ یقیناً یہ سود کی ایسی لعنت تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ مٹ جاتا ہے، لیکن ہم اس کو ترقی کا زینہ جانتے ہوئے اس کے دامن سے اب تک چمٹے ہوئے ہیں۔ اور جب سے اس سود کو اسلامیانے کی مذموم مساعی شروع ہوئی ہیں تب سے سیلاب اور زلزلوں کی صورت میں زمینی آفات اور طوفانی بارشوں کی صورت میں آسمانی آفات اور دہشت گردی کی صورت میں باہمی خونریزیوں کی آزمائشیں ہم پر مسلسل آ رہی ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا ذکر فرماتے ہوئے سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۴۸ میں فرمایا کہ ''اور جو نشانی ہم ان کو دکھاتے تو وہ دوسری سے بڑی ہوتی تھی۔'' اس طرح ہم کو اللہ تعالیٰ نشانیاں تو ایک سے ایک بڑھ کر دکھا رہا ہے اب آخری حد ''ہم نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا'' کی آخری حد ہی رہ گئی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نعمتوں کے شکر کرنے، اس کی طرف رجوع اور توبہ کرنے کی توفیق سے نوازے اور اپنے فضل سے ہمیں آخری حد سے بچا لے۔ آمین

درس قرآن

قسط نمبر ⑥

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

اسی طرح ہجرت کر کے آنے والی مومنہ خواتین سے نکاح کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ذٰلِکُمْ حُکْمُ اللّٰہِ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ﴾ [الممتحنة: ١٠]

''یہ اللہ کا فیصلہ ہے، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا کمال حکمت والا ہے۔''

''احکم الحاکمین'' بھی وہی ہے: ''اور اللہ ہی سب سے احسن فیصلہ کرنے والا ہے۔'' (المائدة:۵۰) اس لیے حکم ہے کہ اسی کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔ (المائدة:۴۸) بلکہ یہ بھی فرمایا کہ لوگوں کی خواہشات کی پروا کیے بغیر اللہ کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ کرو۔ (المائدة:۴۹)

اور یہ فیصلہ بھی فرما دیا کہ جو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔ (المائدة:۴۴، ۴۵، ۴۶)

اس کے برعکس مومن کا طرزِ عمل یوں بیان فرمایا:

''کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ مومن عورت کا جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔'' (الأحزاب: ٣٦)

نیز فرمایا:

''ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہو سکتی کہ وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

(النور:۵۱)

حاکم مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ (الأنعام: ٥٧، یوسف: ٤٠، ٦٧) اس کی حاکمیت میں کوئی شریک و مشیر ہیں۔ (الکھف:۲۶) حکم تکوینی بھی اسی کا اور حکم تشریعی بھی اسی کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ جو بھی حکم تشریعی فرماتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے ہی فرماتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بلکہ وحی الٰہی سے بولتے ہیں۔ (النجم: ۳، ۴) اسی لیے آپ ﷺ کی تابعداری اور اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ (النساء: ٨٠) اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے جو سراسر گمراہی۔ (الأحزاب: ٣٦) اور جہنم جانے کا باعث ہے۔ (النساء: ١٤) أعاذنا الله منه.

قرآنِ حکیم کی ''حکمت'' اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں:

﴿یُّؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا﴾ [البقرة: ٢٦٩]

حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہاں ''الحکمة'' سے مراد قرآنِ مجید کی معرفت اور اس کا فہم ہے۔ بلاشبہ جسے یہ نعمت حاصل ہو جاتی ہے وہ فواحش سے بچ جاتا ہے اور حکمت و دانائی پر چل نکلتا ہے۔ اور اگر ''الحکمة'' سے مراد حکم و فیصلہ ہو، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، تب بھی وہی فیصلہ درست اور حق پر مبنی ہوگا جو ''الحکمة''، یعنی قرآنِ مجید اور وحی الٰہی کے موافق ہوگا۔ وما ذا بعد الحق إلا الضلال.

اس کی تائید صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا حسد إلا في اثنين: رجل آتاه الله مالاً فسلّطه على هلكته في الحق، وآخر آتاه الله حكمة فهو يقضي بها ويعلمها.))

(بخاري: ١٤/٧٣، مسلم، رقم الحديث: ٨١٦)

''دو آدمیوں کے علاوہ کسی پر حسد (کرنا جائز) نہیں: ایک وہ جسے اللہ نے مال دیا تو وہ اسے راہ حق میں خرچ کر دیتا ہے، اور دوسرا وہ جسے اللہ حکمت دیتا ہے تو وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔''

ظاہر ہے کہ حکمت کے مطابق فیصلے اور اس کی تعلیم دینے میں قرآنِ مجید کے مطابق فیصلے کرنا اور اس کی تعلیم دینا ہی مراد ہے۔

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں جہاں کتاب وحکمت کا یا اللہ کی آیات وحکمت کا یا قرآن وحکمت کا ذکر آیا ہے وہاں حکمت سے مراد قرآنِ مجید کی تفسیر وتعبیر ہے جسے حدیث وسنت سے موسوم کیا جاتا ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ کے ذکر میں ہے:

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [البقرة: ١٢٩]

''وہ ان کو کتاب اور دانائی سکھاتا ہے۔''

نیز دیکھیے البقرۃ: ۱۵۱، آلِ عمران: ۴۸، الجمعۃ: ۲۔

یا جیسے ازواج مطہرات سے فرمایا گیا ہے:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ﴾

[الأحزاب: ٣٤]

''اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔''

گویا ازواج مطہرات کے گھروں میں قرآنِ مجید اور ''الحکمۃ'' یعنی حدیث کی جو تلاوت وتکرار ہوتی تھی انھیں حفظ وضبط کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، اس لیے ''الحکمۃ'' سے مراد قرآنِ مجید ہے۔ اور جہاں کتاب وحکمت کا ذکر ہے وہاں ''الحکمۃ'' سے مراد حدیث وسنت ہے۔

﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [یٰسٓ: ٣]

''بے شک تو یقیناً بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔''

حکمت بھرے قرآن کی قسم کا یہ بیان ہے یعنی مقسم علیہ ہے۔ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ قسم کھانے والا اسی چیز کی قسم کھاتا ہے جس کی عظمت وعزت اس کے ہاں مسلم ہوتی ہے۔ کافر اوّلاً قرآن کی قسم نہیں کھاتا، اگر قرآن کی قسم کھائے گا تو اس کا اعتبار نہیں کہ اس کے نزدیک تو یہ مسلّم ہی نہیں بلکہ اس کی قسم کا اعتبار تبھی ہوگا جب وہ اپنے معبود کی یا اگر وہ عیسائی ہے تو صلیب کی قسم کھائے گا، پس اللہ نے قرآن کی قسم کھائی ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے ہاں قرآنِ حکیم کی عظمت وعزت واضح ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ہم ذکر کر آئے ہیں کہ قسم شہادت اور گواہی کے قائم مقام بھی ہوتی ہے، یعنی یہ پر حکمت کتاب گواہ ہے کہ آپ ﷺ رسولوں میں سے ایک رسول ہیں۔

اعلان رسالت سے پہلے کبھی اس جیسا کلام آپ ﷺ نے نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ امی تھے، کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیے۔ چالیس سال کے بعد یکایک آپ ﷺ نے ایسا فصیح وبلیغ کلام پیش کیا جس کے سامنے عرب کے فصحاء وبلغاء کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔ انھیں قرآن کے مقابلے میں ایک سورت کیا ایک آیت بنا لانے کا چیلنج دیا گیا مگر وہ چیلنج قبول کرنے سے عاجز رہے۔ انھوں نے مخالفت کے سبھی حربے اختیار کر کے دیکھ لیے مگر وہ اس چیلنج کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو پائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اعلان کروایا:

﴿قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

[يونس: ١٦]

''کہہ دے: اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ وہ تمھیں اس کی خبر دیتا، پس بے شک میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر رہ چکا ہوں، تو کیا تم نہیں سمجھتے۔''

چالیس سال کا یہ طویل عرصہ تمھارے سامنے ہے۔ میں نے تمھارے اندر رہ کر کاروباری زندگی گزاری ہے، کبھی تم سے نہ جھوٹ فریب کا معاملہ کیا نہ ہی اس قسم کا کلام پیش کیا۔ اب اگر یہ آیات تمھیں پڑھ پڑھ کے سنا رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے پڑھانے اور فرمانے پر سنا رہا ہوں۔ اگر پہلے تم سے جھوٹ فریب کا کبھی کوئی معاملہ نہیں کیا تو اب بھی نہیں کر رہا۔ یہ میرا بنایا ہوا نہیں اللہ کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔

(۳)

جرعات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

ہندوستان میں مسلمانوں کے ہزار سالہ دور حکمرانی کے باعث ہندوستانی معاشرے میں دین اور اہل دین کے لیے مسلمانوں کے عمومی اعمال، کردار اور رویے کی بنا پر ایک احترام پایا جاتا اور مسلمان علماء، خطباء اور ائمہ مساجد لائق تعظیم گردانے جاتے اور ان کی باتیں غور سے سنی جاتیں۔صلیب نے اس معاشرے کی جب شکست وریخت چاہی تو اس نے علم برائے معاش کا سحر پھونکا اور دینی تعلیم کی بجائے انگریزی تعلیم ومعاشرت کو متعارف کرانا بلکہ رواج دینے کی حوصلہ افزائی شروع کردی۔ان کی سوچ کے مطابق یہ شرانگیز مہم اس وقت تک کامیاب ہونا ممکن نہ تھی جب تک دین دار طبقے کا استخفاف...... ان کو کم تر ہونے کا احساس...... نہ کیا جائے، چنانچہ اولاً انگریز علم ومعاشرت سے مرعوب طبقہ اور دوسرے نمبر پر انگریز کا پروردہ ٹوڈی طبقے کا علماء وطلبائے دین سے احترام کا سلوک گھٹتا گھٹتا اہانت تک پہنچا دیا گیا۔انگریز سے مرعوب زدہ اسی طبقے کی ''باقیات السیئات'' نے پاکستان میں جب اس لہجے ورویے کو رواج دینا چاہا تو مولانا کی رگ حمیت بھڑکی اور انھوں نے یہ اداریہ تحریر فرما دیا۔(احمد شاکر)

علماء کے خلاف یہ مغالطہ عام طور سے شہرت پائے ہوئے ہے کہ یہ لوگ ''عقل'' اور ''عقلیات'' کو کوئی حیثیت نہیں دیتے۔ یہ مغالطہ صرف مغالطہ ہے۔حقیقت یہ نہیں ہے۔علمائے کرام نے کبھی ''عقل'' پر پہرے نہیں بٹھائے۔ قرآن وحدیث کے فہم کے لیے ان کے نزدیک عقل بنیادی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قرآن وحدیث ہی نے عقل کی فضیلت پر زور دیا ہے۔ اور تقلید وجمود وشکوک وشبہات کے مریضوں سے اپیل کی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو عقل کے میزان میں تول کر دیکھیں اور غور وفکر کو کام میں لائیں۔

قرآنِ حکیم نے عہد نبوی کے ایک فرقے کا بھی صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہی الزام ذکر فرمایا ہے کہ یہ ''عقل'' سے عاری ہیں یعنی منافقین نے کہا تھا:

﴿اَنُؤۡمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ﴾ [البقرة: ١٣]

چونکہ ایسے ہوی وہوس میں سرمست لوگ اپنے مزعومات کو ''عقل'' سمجھ لیتے ہیں اس لیے قرآن نے فرمایا:

﴿اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ﴾

[البقرة: ١٣]

''دیکھیے یہی کوتاہ عقل ہیں لیکن ان کو اتنا بھی پتا نہیں۔''

بات اصل میں یہ ہے کہ مادیات میں مستغرق اور فسق وفجور میں لت پت گروہ جب یہ دیکھتا ہے کہ عام شاہراہ سے ہٹ کر چند پاکباز لوگ نہ صرف اپنے ہی ''عمل'' میں ''حسن'' پیدا کرتے ہیں بلکہ ان کو دوسروں میں بھی حسن عمل پیدا کرنے کی ایسی دھن ہے کہ ہر قسم کے مخالف طوفانوں میں اپنے مشن کی تبلیغ سے باز نہیں آتے اگرچہ اس سلسلے میں انھیں جان تک کی قربانی کیوں نہ دینی پڑے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا﴾ [الكهف: ٦]

تو وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ مجنون، پاگل اور ''عقل'' سے عاری ہیں۔ ''جو با زمانہ ساز'' کی بجائے ''با زمانہ ستیز'' کے فلسفے پر عامل ہیں، چنانچہ مشرکین عرب کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کو ''مجنون'' (عقل سے عاری) کا خطاب دیا گیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی عقل ہی کی طرف دعوت دی:

﴿اَوَ لَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا مَا بِصَاحِبِهِمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ﴾

[الأعراف: ١٨٤]

''کبھی سوچا بھی ہے؟ اس تمھارے ساتھی میں ذرا بھی ''جنون'' ہے۔''

﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمۡ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ مَثۡنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوۡا مَا بِصَاحِبِكُمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ﴾

[سباء: ٤٦]

''کہہ دیجیے: بس ایک بات تم سے کہتا ہوں کہ ایک ایک دو دو ہو کر سوچو! (عقل کو کام میں لاؤ گے تو تم کو معلوم ہوگا، کہ) یہ تمھارا ساتھی کوئی پاگل نہیں ہے۔''

یعنی عقل کو صحیح کام میں لاؤ لیکن جس کو تم ''عقل'' فرض کر کے اللہ کے رسول کو اس سے عاری قرار دے رہے ہو، وہ عقل نہیں، جذبات ہیں۔اور مادی نشوں میں سرشار ہونے کی بنا پر انھیں عقل باور کر رہے ہو۔

کم وبیش ایسی ہی کچھ صورتِ حال آج کل در پیش ہے۔ایک طرف تو عیش وعشرت میں سرمست اقتدار کی گدیوں پر متمکن یا اس کا امیدوار طبقہ ہے۔جس کی پشت پناہی ایسے لوگ کر رہے ہیں جو اپنے آپ کو ''علم وعقل'' کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔اور ''بازمانہ ساز'' پر عمل پیرا ہوتے ہوئے امرائے جور کی کج روی اور فسق وفجور کو وجہ جواز دینے کے لیے دلائل مہیا کرتے، اور لٹریچر تیار کر کے دیتے ہیں۔اور نام اس پر کبھی قرآن کا چپکا دیتے ہیں، کبھی ثقافت وارتقا کا:

﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ﴾ [النجم: ٢٣]

دوسری طرف بے چارے علماء ہیں جو اس امر کی پروا کیے بغیر کہ موجودہ بے قید تمدن اور ملحدانہ سیاست کیا کہتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کی تبلیغ اور نشر واشاعت میں مصروف ہیں۔اور اس سلسلے میں بے دینی اور معصیت کو فروغ دینے کے لیے جب قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کو گھسیٹنے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ اس پر نوٹس لیتے اور مغالطوں کے پردے چاک کرتے ہیں۔

چونکہ عوام کی اکثریت مسلمان ہے۔وہ سیدھے سادے اسلام کو جانتے، مانتے اور امکانی حد تک اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس بنا پر قدرتی طور پر ان پر علماء کا ہی اثر ہے۔اوّل الذکر طبقہ یہ دیکھ کر بوکھلا جاتا ہے، اور اس کے پاس اپنے پیش رووں کی طرح اور کوئی توڑ نہیں کہ یہ ''ملا''، ''عقل'' سے عاری ہے، ''ترقی'' کا مخالف ہے، ''زمانے'' کا ساتھ نہیں دے سکتا۔وغیرہ وغیرہ:

﴿كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ [البقرة: ١١٨]

حالانکہ مسائل حاضرہ کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں، سیاسیات ہوں یا معاشیات، تمدن ہو یا معاشرت، جس کا علمائے کرام نے قرآن وحدیث وفقہ اسلامی کی روشنی میں صحیح اور درست حل پیش نہ کیا ہو۔

ان حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ ''ملا'' کی پھبتی اڑانے سے عہد حاضر کے مسائل حل نہیں ہوں گے، وہ حل کرنے سے ہی حل ہوں گے۔علمائے کرام نے ہر ایسی کوشش کا اب تک بھی خیر مقدم کیا ہے اور آئندہ بھی تیار ہیں۔لیکن اگر آپ لوگوں نے بے دینی کا نام ''دین''، حدیث کا نام ''عجمی سازش'' رکھ کر عقل بیچاری کو بدنام کرنے کی کوششیں جاری رکھیں۔اور فسق وفجور کی فضا کو ترقی دینے، بھانڈوں، گویوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے موسیقی تک کے جواز کو اسلام سے کشید کرنے کی سعی کی تو آپ کو اپنی کامیابی کے لیے پر اُمید نہیں رہنا چاہیے۔ان شاء اللہ ماضی کی طرح علمائے کرام اب بھی اپنا فرض سرانجام دیں گے اور آپ کے ان حملوں کو ناکام بنا دیں گے۔

کہتے ہیں ''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔'' لاہور میں منعقد ہونے والی ''طلوعِ اسلام کنونش'' میں پرویز صاحب نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ بعض ''منکرین حدیث'' ''طلوعِ اسلامی اسلام'' کی بنا پر نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے اور اس کو ''طلوعِ اسلام'' کی حسنات اور اس کے مطالعہ کے اثرات بتاتے ہیں۔پرویز صاحب نے ان سے خطاب کرتے ہوئے حاضرین سے پوچھا ہے:

''کیا ''طلوعِ اسلام'' نے آپ کو یہی تعلیم دی ہے کہ نماز نہ پڑھنے پر فخر کرو۔'' (طلوعِ اسلام، ص: ۱۲۔دسمبر ۱۹۵۶ء)

یعنی ویسے نماز چھوڑ دو تو کوئی حرج نہیں، ہاں ترک نماز پر فخر نہ کرو۔

لیکن اسی نماز کے متعلق جس کو چودہ سو سال سے مسلمان ادا کرتے آئے ہیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"لا إسلام لمن ترك الصلوٰة ."

(كتاب الصلوٰة لابن القيم، ص: ٦٥)

''نماز چھوڑنے والے کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں۔''

عقائد

اللہ تعالیٰ کی صفت کلام

مفتی عبید اللہ خان عفیف حفظہ اللہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی الوہیت کی صفات ذاتیہ میں سے ایک صفت کلام (بات کرنا) ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق جب اور جس کے ساتھ چاہے بات کرتا ہے۔ وہ کائنات کی تخلیق سے پہلے بھی متکلم تھا اور جب مخلوقات فنا ہوجائیں گی اس وقت بھی صفت کلام کے ساتھ متصف ہوگا۔ غرض اللہ پر کوئی ایسا وقت نہیں آیا اور نہ کبھی آئے گا جب وہ کلام کرنے پر قادر نہ ہو اور اہل سنت اہل حدیث کا یہی مذہب ہے اور یہی مذہب عین حق اور صواب ہے۔ آیات اور احادیث صحیحہ قدسیہ نصوص قطعی الثبوت اور قطعی دلالت حسب ذیل ہیں:

۱۔ ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ [البقرة: ٢٥٣]

''یہ رسول (جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے) ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور بعض ایسے ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کیے۔''

۲۔ ﴿وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ [النساء: ١٦٤]

''(حضرت) موسیٰ سے تو اللہ نے باتیں بھی کیں۔''

۳۔ ﴿وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾

[الأعراف: ١٤٣]

''اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر (کوہ طور پر) پہنچے اور ان کے ربّ نے ان سے کلام کیا۔''

٤۔ ﴿قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَ بِكَلَامِيْ﴾ [الأعراف: ١٤٤]

''(اللہ نے) فرمایا: اے موسیٰ! میں نے تم کو اپنے پیغام اور اپنے کلام سے لوگوں سے ممتاز کیا۔''

١۔ قال أبو هريرة رضي الله عنه سمعت النبي ﷺ قال: ((إن عبدا أصاب ذنبا، فقال: رب! أذنبت فاغفر لي؟، فقال ربه: أعلم عبد؟ أن له ربا يغفر الذنب ويأخذ به؟ غفرت لعبدي.))

(صحيح بخاري، باب يريدون أن يبدلوا كلام الله)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی بندے نے کوئی گناہ کیا تو کہا کہ اے میرے رب! میں نے ایک گناہ کرلیا، مجھے معاف فرما دے۔ اس کے ربّ نے فرمایا: کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی ربّ بھی ہے جو گناہ معاف کرتا اور اس پر مواخذہ کرتا ہے؟ میں نے اپنے بندے (کا گناہ) بخش دیا۔''

۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث فضل الذکر کے آخر میں ہے:

"فيقول: أشهدكم أني قد غفرت لهم."

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: فرشتو! گواہ رہو، میں نے ان (ذکر الٰہی میں مشغول قوم) کو بخش دیا ہے۔''

۳۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث استغفار کے آخر میں ہے:

"بأني جواد ماجد أفعل ما أريد عطائي كلام وعذابي كلام. (جامع ترمذي وقال: حديث حسن)

ان آیاتِ کریمہ اور احادیث صحیحہ قدسیہ سے کنصف النہار ثابت ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی الوہیت کے اوصاف میں سے ایک صفت کلام (بات کرنا بھی) ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی شان کے مطابق جس کے ساتھ اور جس طرح چاہے کلام کرتا ہے اور جب چاہے کلام کرنے پر قادر ہے۔ یعنی کائنات کی تخلیق سے قبل اور بعد زمانہ ماضی،

حال اور مستقبل (ابد) تک اوّل آخر متکلم ہے۔

زمانہ ماضی میں کلام کا ثبوت:

١۔ ﴿وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ [البقرة: ٣٠]

٢۔ ﴿وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ [البقرة: ٣٤]

٣۔ ﴿قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ﴾ [الأنبياء: ٦٩]

٤۔ ﴿وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ﴾ [الأعراف: ٢٢]

٥۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ [المائدة: ٦٧]

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی:

١۔ ”يا عبادي! أني حرمت الظلم على نفسي.“ (صحيح مسلم، باب تحريم الظلم)

ان آیاتِ مقدسہ اور حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ماضی میں متکلم ہونا صاف صاف عیاں ہے۔

زمانۂ حال میں کلام:

١۔ عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ((إن الله تبارك وتعالىٰ إذا أحب عبدا نادى جبريل: إن الله قد أحب فلانا فاحبه فيحبه.))

(صحيح بخاري: ٢/ ١١١٥)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو پکارتا ہے (آواز دیتا ہے:) دیکھو، اللہ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تُو بھی اس سے محبت کر۔“

٢۔ عن أبي هريرة يبلغ به النبي ﷺ: ((إذا قضى الله الأمر في السمآء ضربت الملآئكة بأجنحتها خضعانا لقوله كأنه سلسلة على صفوان قال علي وقال غيره صفوان ينفذهم ذالك فاذا فزع عن قلوبهم قالوا ما ذا قال ربكم قالوا الحق وهو العلي الكبير.

(صحيح بخاري: ٢/ ١١١٤)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ آسمان میں جب کوئی حکم دیتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پنکھ مارنے لگتے ہیں، یعنی اس کا ارشاد سن کر، جس میں ایسی آواز ہوتی ہے جیسے ایک (لوہے کی) زنجیر کو چکنے پتھر پر چلاؤ۔ یہ آواز فرشتوں تک پہنچتی ہے جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ ختم ہو جاتی ہے تو وہ مقرب فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں: کہو تمھارے ربّ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا؟ وہ کہتے ہیں: بجا ارشاد فرمایا، وہ بلند بڑا ہے۔“

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

٣۔ قال رسول الله ﷺ: ((إذا تكلم الله بالوحي سمع أهل السمآء صلصلة كجر السلسلة على الصفا، قال فيصعقون فلا يزالون كذالك حتى يأتيهم جبريل فإذا أتاهم جبريل فزع (عن) قلوبهم فيقولون يا جبريل ماذا قال ربك قال يقول الحق قال فينادون الحق الحق.)) (كتاب التوحيد لابن خزيمة، ص: ١٤٠، ورواه البيهقي ومسلم وابوداود بالألفاظ متقاربة)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام کرتا ہے تو آسمان والے ایسا کلام سنتے ہیں جیسے لوہے کی زنجیر کو چکنے پتھر پر گھسیٹا جائے اسی لمحے میں آسمان والے (فرشتے) بے ہوش ہوجاتے ہیں جب تک جبریل نہ آجائیں۔ جب جبریل آتے ہیں تو ان کے دلوں سے گھبراہٹ ہٹ جاتی ہے اور کہیں گے: اے جبریل! آپ کا

پروردگار کیا فرماتا ہے؟ جبریل جواب میں کہے گا: اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے تو سب پکاریں گے: اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے۔''

ان تینوں احادیث قدسیہ صحیحہ سے صاف طور پر ثابت ہوا اللہ کا کلام صرف نفسی اور قدیم نہیں بلکہ وہ وقتاً فوقتاً کلام کرتا رہتا ہے۔

زمانۂ مستقبل میں کلام:

مستقبل میں بھی کلام کرے گا۔ احادیث قدسیہ صحیحہ پیش خدمت ہیں:

١۔ عن أبي سعيد الخدري قال قال: النبی ﷺ: ((یقول الله یا آدم! فیقول: لبیك وسعدیك، فینادي بصوت الله یأمرك ان تخرج من ذریتك بعثا الی النار.

(صحیح البخاري: ٢/ ١١١٥)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ (قیامت کے روز) حضرت آدم سے فرمائے گا آدم کہیں گے حاضر ہوں۔ تیری خدمت میں حاضری سعادت ہے پھر بلند آواز سے ان کو پکارے گا۔ اللہ تعالیٰ تجھے یہ حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ کے لیے ایک لشکر تیار کرو۔''

٢۔ ((إذا أحب عبدا نادیٰ جبریل.))

(صحیح البخاري، ج: ٢)

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو آواز دیتا ہے۔''

٣۔ عن عدي بن حاتم قال: قال رسول الله ﷺ: ((ما منکم من أحد إلا سیکلمه ربه لیس بینه وبینه ترجمان.))

(صحیح بخاري: ٢/ ١١١٩)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگوں میں سے ہر ایک شخص سے اللہ تعالیٰ (قیامت کے روز) کلام کرے گا وہ بھی بلا واسطہ اپنی ذات سے، کوئی مترجم شخص درمیان میں حائل نہ ہوگا۔''

قرآنِ مجید میں ہے:

﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ﴾ [یسٓ: ٥٨]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

٤۔ ((فإذا الرب جل جلاله قد أشرف علیهم من فوقهم، فقال: السلام علیکم یا أهل الجنة! وهو قول الله تعالی سلام قولا من رب رحیم.)) (رواه ابن ماجه والبزار وأبونعیم بإسناد ضعیف۔ شرح عقیدة الطحاویة، ص: ١٧٧)

''اللہ تعالیٰ جنتیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمائے گا: السلام علیکم اے اہل جنت!''

شیخ ابن ابی العز حنفی فرماتے ہیں:

"وکم في الکتاب والسنة من دلیل علی تکلیم الله تعالی لأهل الجنة."

(شرح عقیدة الطحاوي، ص: ١٧٧)

''کتاب وسنت میں بکثرت ایسے دلائل وارد ہیں جن سے بلاشبہ یہ ثابت ہے کہ اللہ عزوجل جنتی لوگوں سے کلام کرے گا۔''

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے اور ہر ایک شخص سے کلام کرے گا۔

مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اوّل وآخر متکلم ہے اور اس کا کلام اس وقت بھی تھا جب اس کے سوا کوئی اور کلام کرنے والا نہ تھا اور اس وقت بھی متکلم ہوگا جب کسی کو کلام کرنے کا یارا نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ [المؤمن: ١٦]

''آج کس کی بادشاہت ہے۔''

٥۔ قال أبـو هريرة رضـي الـلـه عنه: سمعت رسـول الـلـه ﷺ يقول: ((يقبض الله الأرض ويـطـوي السماوات بيمينه ثم يقول أنا الملك أين ملوك الأرض؟))

(صحيح البخاري: ٢/ ٧١١)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں اور آسمان کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں دنیا کے نام نہاد بادشاہ؟''

عـن عبـد الـلـه بن عمر رضي الله عنهما قال رسـول الله ﷺ يطوى الله عزوجل السموات يـوم الـقيامة ثم يأخذهن بيده اليمنى ثم يقول أنـا الـملك اين الجبارون؟ اين المتكبرون؟ ثم يـطوى الارض بشماله ثم يقول انا الملك اين الجبارون؟ اين المتكبرون؟

(صحيح مسلم: ٢/ ٣٧٠، عون المعبود: ٤/ ٣٧٦)

مذکورہ بالا ۱۳ آیات بینات اور ۱۲ احادیث قدسیہ وغیر قدسیہ صحیحہ، مرفوعہ اور صفت کلام کے اثبات میں دوسری احادیث کثیرہ صحیحہ سے روز روشن کی طرح عیاں اور واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کلام کرنے پر ازل سے ابد تک قادر ہے۔ یہ کلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمانہ ماضی میں بھی کیا اور حال میں بھی کرتا ہے جیسا کہ گزشتہ احادیث سے واضح ہے اور قیامت واقع ہونے کے بعد بھی کلام کرے گا جیسا کہ اس کے متعلق پہلے احادیث گزر چکی ہیں۔

فرقہ جہمیہ:

اس کا ذکر ہی کیا۔ یہ تو صفت کلام کا سرے سے انکار کرتا ہے گویا یہ قرآن کا منکر ہے، لہٰذا ان کے اس عقیدۂ باطلہ پر گفتگو تضیع اوقات ہے۔

فرقہ معتزلہ اور ان کی ہمنوائی میں احناف کلام نفسی کے قائل ہیں کلام حقیقی کے قائل نہیں، یعنی ان کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کا کلام برکت التیام معاذ اللہ مخلوق ہے۔ (تیسیر الباری، باب قول اللہ تعالیٰ لا تنفع الشفاعة) اس لیے وہ کلام نفسی کے قائل ہیں۔

کلام نفسی:

معتزلہ کے نزدیک کلام نفسی کی تعریف یہ ہے:

"إنـه مـعـنـى واحد قام بذات الله لم يسمع منه إنـما هو الكلام النفساني لأنه لا يقال لمن قام به الكلام النفساني ولم يتكلم به: إن هذا كلام حـقيـقـة وإلالـلـزم أن يكون الأخرس متكلما ولـزم ألا يـكـون الـذى فـى الـمـصحف عند الإطلاق هو القرآن ولا كلام الله ولكن عبارة عنه ليست هي كلام الله ...... إلخ"

(شرح عقيدة الطحاوية، ص: ١٩٧، ١٩٨)

معتزلہ کا یہ فاسد نظریہ دراصل اس شبہے پر مبنی ہے کہ کلام حقیقی کے لیے منہ، ہونٹ اور زبان کا ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ ان اعضاء اور جسم سے پاک ہے، اس لیے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس صفت کلام کے صریح انکار سے بچنے کے لیے کلام نفسی اور درج ذیل تاویل کے گھروندے میں پناہ لیتے ہیں۔

تاویل:

اللہ تعالیٰ کے بلا واسطہ کلام کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں قوت گویائی پیدا کر دیتا ہے جس سے سننے والا اللہ تعالیٰ کے کلام کا مطلب سمجھ جاتا ہے، چنانچہ کوہ طور کے پاس جو پیڑ تھا اس میں اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی پیدا کردی تھی۔ اسی کو موسیٰ علیہ السلام نے سنا، اسی کا ذکر اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیات میں ہے۔

محدث الزمن سیّد احمد حسن دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۲۸ھ) اس تاویل کا ردّ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

اہل سنت نے معتزلی فرقے کے اس قول (یعنی تاویل) کو کئی طرح سے غلط ٹھہرایا ہے:

۱: کلام کے لیے منھ، زبان اور ہونٹوں کا ہونا کوئی ضروری نہیں۔ ہاتھ، پاؤں وغیرہ بھی کلام کریں گے:

﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ﴾ [يس: ٦٥]

''اس روز ہم ان کے مونھوں پر مہر لگا دیں گے جو کچھ وہ لوگ دنیا میں کررہے ہیں اس کی بابت ان کے ہاتھ ہم سے بولیں اور پاؤں گواہی دیں گے۔''

چمڑے کی گواہی

﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [فصلت: ٢١]

''وہ لوگ اپنے چمڑوں کو کہیں گے تم نے کیوں ہمارے خلاف گواہی دی؟ وہ کہیں گے: ہم کو اس اللہ نے قوت گویائی عطا کی ہے جس نے ہر چیز کو قوت گویائی عطا کی ہے۔''

ران گواہی دے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث قدسی میں ہے:

"فيختم على فيه ويقال لفخذه ولحمه وعظامه: انطقي، فنطق فخذه ولحمه وعظامه بعلمه." (صحيح مسلم، ج: ٢، كتاب الزهد، ص: ٤٩)

جب منافق شخص حساب کے وقت اپنے ایمان اور نماز روزہ کو پیش کرے گا اور دل میں خیال کرے گا کہ چونکہ میرے خلاف کوئی گواہی دینے والا نہیں، لہٰذا میں اللہ کے عذاب سے بچ جاؤں گا تو اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے ران، گوشت اور ہڈیوں کو حکم دیا جائے گا اور وہ تینوں بول کر اس کی منافقت کا بھانڈا پھوڑ دیں گے۔

ان دونوں آیات مقدسہ اور صحیح حدیث قدسی سے واضح ہوا کہ منھ، زبان اور ہونٹوں کے علاوہ انسانی اعضاء بھی کلام کریں گے۔

دوسرا جواب: کسی چیز میں گویائی (کلام) کی قوت کے پیدا کردینے کو اگر اللہ کا کلام کہا جائے تو پھر ہر انسان میں گویائی کی قوت اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوتی ہے۔ جس سے یہ لازم آتا ہے کہ (نعوذ باللہ من ذلک) ہر انسان کے کلام کو اللہ کا کلام کہا جائے گا۔

تیسرا جواب: کوہِ طور کے پاس درخت سے جب اللہ تعالیٰ نے ﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ﴾ [طه: ١٤] ''بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی سچا معبود نہیں، پس میری عبادت کیجیے۔'' کہلوایا تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ من ذلک خود اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو خدا ٹھہرایا۔ گویا خود اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول موسیٰ علیہ السلام کو یہ شرک سکھایا کہ وہ اس درخت کو اپنا معبود سمجھیں۔

چوتھا جواب: اس پیڑ کی گویائی کو اگر اللہ کا کلام کہا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بنی اسرائیل کا مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑا ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے گویا تورات ایک درخت سے سنی اور بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے رسول موسیٰ علیہ السلام سے سنی۔ کہاں ایک بے بس درخت اور کہاں اولوالعزم رسول موسیٰ علیہ السلام۔

بات وہ کی جو بنائے نہ بنے
بوجھ وہ اٹھایا جو اٹھائے نہ اٹھے

پانچواں جواب: گونگے شخص کے علاوہ ہر ایک انسان اپنی ذات سے کلام کرنے پر قادر ہے۔ معتزلی فرقے کے مطابق اگر اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں بڑا نقص لازم آتا ہے۔ ان جوابات (وجوہات) کے سوا اور وجوہات بھی اہل سنت نے معتزلہ فرقے کے اعتقاد کو غلط ٹھہرانے کی بیان کی ہیں۔ جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں موجود ہے۔ غرض اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنی ذات سے بلاواسطہ بات کرنے پر قادر ہے۔ جس طرح اس کی ذات اور اس کی باقی صفات کی تفصیلی کیفیت ہمیں معلوم نہیں، اسی طرح اس کی صفت کلام کا تفصیلی حال بھی ہم کو معلوم نہیں۔

(تفسير أحسن التفاسير: ٢/ ٢٩٣، ٢٩٤)

متکلمین اور کلام الٰہی:

متکلمین کا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام میں نہ حروف

ہیں نہ آواز ہے بلکہ اللہ کا کلام عبارت ہے کلام نفسی سے جو ایک صفت ازلی ہے، اس کی ذات کے ساتھ قائم اور سکونت کے منافی ہے۔ اسی کلام سے اگر عربی میں تعبیر کرو تو قرآن ہے اور عبرانی میں تعبیر کرو تو تورات ہے۔ (تيسير الباري: ۹/ ۴۸۰)

جواب: ان کا یہ عقیدۂ فاسد ان احادیث قدسیہ صحیحہ کے سراسر منافی ہے جن میں اللہ کے کلام میں حروف اور آواز دونوں ثابت ہیں اور ساتھ ہی کلام نفسی اور قدیم کی نفی بھی ہوتی ہے:

"عـن هشام عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها قـالـت: مـا غـرت عـلـى امرأة ما غرت على خـديـجة ولـقـد أمره ربه أن يبشرها ببيت في الجنة." (صحيح بخاري: ۲/ ۱۱۱۵)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھ کو اتنا رشک اپنی کسی سوتن پر نہیں آتی جتنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایک گھر کی بشارت دے دیں۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں وضاحت فرماتے ہیں:

"اس حدیث سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اللہ کا کلام صرف نفسی اور قدیم نہیں جیسا کہ متکلمین کہتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً کلام کرتا رہتا ہے جیسا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایک گھر کی بشارت دینے کے لیے کلام کیا۔"

عـن أبـي سـعـيـد الخدري قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم يـقـول الـلـه: ((يا آدم! فيقول: لبيك وسعديك فينادي بصوت: إن الله يأمرك ...... إلخ

(صحيح بخاري، ج: ۲)

"اللہ تعالیٰ (قیامت کے روز) آدم سے فرمائے گا: اے آدم! وہ عرض کریں گے: حاضر ہوں، تیری خدمت میں حاضری میرے لیے سعادت ہے، پھر اللہ تعالیٰ بلند آواز سے پکارے گا: بے شک اللہ آپ کو حکم دیتا ہے۔"

اس حدیث قدسی سے اللہ کے کلام میں آواز ثابت ہوئی اور ان نادانوں کا ردّ ہوا جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں نہ آواز ہے اور نہ حروف۔ یہ نادان لوگ، معاذ اللہ، کہتے ہیں: یہ اللہ کا کلام نہیں کیونکہ الفاظ اور حروف اور آواز سب حادث ہیں۔ امام احمد نے فرمایا: یہ کم بخت لفظیہ جہمیہ فرقہ سے بدتر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يـدنوا أحدكم من ربه حتى يطيع كنفة عليه فـيـقـول اعملت كذا وكذا فيقول لفم ...... يقول إنـي سترت عليك في الدنيا وأنا أغفر هالك. الحديث (صحيح بخاری، ج: ۲)

"قیامت کے دن ہر شخص اپنے ربّ کے نزدیک ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اپنا پردہ اس پر ڈال دے گا تاکہ دوسرے محشر والے اس کی گفتگو نہ سنیں، پھر اس سے فرمائے گا: تُو نے فلاں فلاں دنیا میں گناہ کیا تھا؟ وہ کہے گا: بیشک پروردگار۔ پھر فرمائے گا تُو نے فلاں فلاں گناہ دنیا میں کیا تھا؟ وہ کہے گا: بیشک پروردگار۔ غرض اسی طرح سب گناہوں کا اقرار کرالے گا، اس کے بعد فرمائے گا: میں نے تیرے گناہ دنیا میں چھپائے رکھے اور تجھے بخش دیتا ہوں۔"

عـن عـدي بـن حـاتـم رضي الله عنه قال: قال رسـول الـلـه صلى الله عليه وسلم: ((مـا مـنـكـم من أحد إلا سيكلمه ربه ليس بينه وبينه ترجمان. إلخ (أيضاً)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم لوگوں میں ہر شخص سے اللہ قیامت کے دن بات کرے گا وہ بھی بلا واسطہ، اپنی ذات سے کوئی مترجم اللہ اور بندے کے درمیان نہ ہوگا۔"

نواب وحید الزمان خان ان احادیث قدسیہ صحیحہ سے اللہ کے کلام میں حروف اور آواز کا استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کہاں گئے وہ لوگ (معتزلہ اور متکلمین) جو کہتے ہیں اللہ کا کلام قدیم نفسی

صفت ہے نہ اس میں آواز ہے اور نہ حروف۔ فرمایئے یہ قدیم صفت موقع بہ موقع حادث ہوتی رہتی ہے۔ اگر کہے اس کا تعلق حادث ہے جیسے سمع اور بصر وغیرہ ہیں تو وہاں مسموع اور مبصر ذات الٰہی کا غیر ہے، اس لیے تعلق حادث ہوسکتا ہے۔ یہاں تو کلام اسی کی صفت ہے اس کا غیر نہیں۔ اگر اللہ کا کلام آواز اور حروف نہیں ہیں تو پھر پیغمبروں نے اس کا کلام کیونکر سنا۔ اور متواتر حدیثوں میں جو آتا ہے کہ اس نے دوسرے لوگوں سے بھی کلام کیا اور خصوصاً مومنوں سے آخرت میں کلام کرے گا تو یہ کلام جب اس میں حروف اور آواز نہیں ہے، کیونکر سمجھ میں آیا اور آسکتا ہے؟ افسوس ہے کہ یہ لوگ اتنے عقل مند ہو کر اور اتنا علم پڑھ کر پھر اس مسئلے پر بے وقوفی کے چال چلے اور معلوم نہیں کیا کیا تاویلات کرتے ہیں اور اس قسم کی تاویلیں دراصل صفت کلام کا انکار کرنا ہے۔ پھر سرے سے یوں (کیوں) نہیں کہہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ کلام ہی نہیں کرتا، جیسے جعد بن درہم مردود کہتا تھا۔

"قال معمر: وإنك لتلقى القرآن أي يلقى عليك وتلقاه أنت أي تأخذه عنهم ومثله فتلقى آدم من ربه كلمات." (صحيح البخاري، ج: ٢)

"ابوعبیدہ معمر بن مثنی نے فرمایا: یہ جو اللہ نے (سورۂ نمل میں) فرمایا: اے نبی تجھ کو قرآن اس (اللہ) کی طرف سے ملتا ہے جو حکمت والا خبردار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن تجھ پر ڈالا جاتا ہے اور تُو اس کو لیتا ہے جیسے (سورۂ بقرہ) میں فرمایا: ﴿فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ﴾ (یعنی اپنے ربّ سے چند کلمے حاصل کیے، ان کا استقبال کیا۔)"

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں حروف اور الفاظ ہیں، ورنہ انبیاء کرام اس کلام کو کیسے لے سکتے؟ سورۂ بقرہ کی آیت میں صاف طور پر کلمات کا لفظ وارد ہے یعنی آدم نے جو الفاظ سیکھے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے تھے۔

معتزلہ کا ردّ:

معتزلہ کے اعتقاد میں اللہ کا کلام، معاذ اللہ، مخلوق ہے اور دوسری مخلوقات کی طرح۔

جواب: ان کا یہ عقیدہ کتاب وسنت کے سراسر خلاف ہے کیونکہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتی اور کمال ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی اور ابدی ہے اسی طرح اللہ کی یہ صفت بھی ازلی ابدی یعنی غیر مخلوق ہے۔ سنیے!

قرآنِ مجید میں ہے:

﴿حتى إذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربكم قالوا الحق وهو العلي الكبير﴾ ولم يعقل ما ذا خلق ربكم. (صحيح بخاري، ج: ٢)

"اللہ تعالیٰ کے ہاں فرشتوں کا بھی یہ حال ہے) کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم اتارتا ہے تو فرشتے اسے سن کر اللہ کے خوف سے گھبرا جاتے ہیں۔ جب ان کی گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے ربّ کا کیا ارشاد ہوا؟ وہ فرشتے کہتے ہیں: جو کچھ فرمایا وہ حق ہے۔ یہاں فرشتے اللہ کے امر کے لیے لفظ ما ذا خلق ربکم نہیں استعمال کرتے۔"

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا کلام مخلوق نہیں اسے مخلوق کہنا غلط ہے جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں۔

عن ابن مسعود إذا تكلم الله بالوحي سمع أهل السموات شيئاً فإذا فزع عن قلوبهم وسكن الصوت عرفوا أنه الحق ونادوا ماذا قال ربكم؟ قالوا الحق.

"مسروق بن اجدع تابعی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب اللہ وحی کا کلام کرتا ہے تو آسمان والے بھی کچھ سنتے ہیں، پھر جب ان کے دلوں سے خوف دور ہوجاتا ہے اور آواز بند ہوجاتی ہے تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ کلام حق ہے اور آواز دیتے ہیں ایک دوسرے کو کہ تمھارے ربّ نے کیا فرمایا؟ تو جواب دیتے ہیں: بجا ارشاد فرمایا۔"

یہ باب قائم کرکے حضرت امام بخاری معتزلہ اور متکلمین کا ردّ کر رہے ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ کہا اللہ تعالیٰ کا کلام، العیاذ باللہ، مخلوق ہے اور مخلوقات کی طرح ہے۔ متکلمین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں نہ حروف ہیں نہ آواز بلکہ اللہ کا کلام عبارت ہے کلام نفسی سے جو ایک صفت ازلی ہے، اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور سکوت کے منافی ہے۔ اس کلام سے اگر عربی میں تعبیر کرو تو وہ قرآن ہے۔ اگر سریانی میں کرو تو وہ انجیل ہے اور اگر عبرانی میں کرو تو تورات ہے۔

مولانا وحید الزماں خان فرماتے ہیں:

یہ ایک لغو خیال ہے جو متکلمین نے ایک وجہ فاسدہ کی بنا پر باندھا ہے۔ انھوں نے تصور کیا کہ اگر اللہ کے کلام میں حروف اور اصوات ہوں اور وہ ہر وقت جب اللہ چاہے اس سے صادر ہوتا رہے تو اللہ حوادث کا محل ہو جائے گا اور جو حوادث کا محل ہوتا ہے وہ حادث ہوتا ہے حالانکہ یہ قاعدہ خود ایک ڈھکوسلہ ہے اور مبنی علی الفاسد فاسد ہے۔ ایک ذات قدیم فاعل مختار سے نئی نئی باتیں صادر ہونا اس کے حدوث کو مستلزم نہیں ہیں بلکہ اس کے کمال پر دال ہیں اور ہماری شریعت اور نیز اگلی شریعتیں سب اس بات سے بھری ہوئی ہیں کہ اللہ جب چاہے کلام کرتا ہے اور فرشتے اس کا کلام سنتے ہیں اور اس کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے اس کا کلام سنا جس میں آواز تھی۔ اور اللہ ہر روز ہر آن نئے نئے احکام صادر فرماتا ہے۔ نئی نئی مخلوقات پیدا کرتا ہے۔ کیا اس سے اس کے قدیم اور ازلی ہونے میں کوئی فرق آیا؟ ہرگز نہیں۔ اور خود فلاسفہ جنھوں نے اس قاعدۂ فاسدہ کی بنا ڈالی ہے وہ کہتے ہیں: عقل فعال قدیم ہے۔ حالانکہ ہزارہا حوادث اور اشیاء اس سے صادر ہوتے ہیں۔ غرض مسئلہ کلام میں ہزاروں آدمی گمراہ ہوگئے ہیں اور انھوں نے جادۂ مستقیم سے منھ موڑ کر واہی تاویلات اختیار کی ہیں اور اپنی دانست میں یہ لوگ بڑے محقق اور دانشمند بنتے ہیں حالانکہ بڑے بے وقوف اور محض بے عقل ہیں۔ اور اللہ جو ہر شے پر قادر اور تمام کمالات سے موصوف متصف ہے اور اس نے اپنی ایک ادنیٰ مخلوق انسان کو کلام کی طاقت دی ہے وہ تو کلام نہ کرسکے۔ نہ اپنی آواز کو سنا سکے اور اس کی مخلوق فراغت سے جب چاہیں باتیں کیا کریں۔ یہ کیا نادانی کا خیال ہے۔ صحیح مذہب اہل حدیث اور محققین حنابلہ کا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جس زبان میں چاہے کلام فرماتا ہے قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں اس کے کلام ہیں اور ازلی اور غیر مخلوق ہیں۔ اس کے کلام میں حروف اور آواز ہے وہ جب چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔ (تیسیر الباری: ۸/ ۴۸۰)



ضرورت امام وخطیب

ایک امام وخطیب صاحب اور سبعہ عشرہ کے قاری، پختہ منزل استاذ کی بھی ضرورت ہے۔ باصلاحیت افراد رابطہ کریں۔

(حافظ محمد مسعود سلفی، کوٹلی لوہاراں مغربی سیالکوٹ۔ 0303-4738638)

پند ونصائح

قسط نمبر ۲ آخری

دین میں اعتدال کی راہ

مولانا محمد خالد سیف

قرآنِ مجید میں غلو:

قرآنِ مجید میں غلو سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا گیا تھا مگر افسوس کہ قرآنِ مجید کے بہت سے ماننے والوں نے خود قرآنِ مجید ہی میں غلو سے کام لینا شروع کر دیا۔قرآنِ مجید میں کئی طرح سے غلو سے کام لیا گیا، مثلاً غلو کی ایک صورت تو یہ اختیار کی گئی کہ بعض لوگوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ اس کا ترجمہ کرنا گناہ ہے بلکہ اسے کفر قرار دیا گیا۔اور اس سے درحقیت وہ اپنی ان خرافات اور بدعات پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں جسے انھوں نے دین کے نام سے ایجاد کر رکھا ہے۔جبکہ دین میں اس کا نہ صرف یہ کہ قطعاً کوئی حکم نہیں بلکہ قرآن وسنت میں ان سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے۔

قرآنِ مجید میں غلو کی ایک صورت یہ ہے کہ اپنی مرضی ومشیت کے مطابق اس کی تفسیر بیان کی جائے۔ پہلے تصورات ونظریات قائم کر لیے جائیں اور پھر قرآنی آیات کو توڑ موڑ کر ان کی تائید میں پیش کیا جائے۔قرآنِ مجید نے اس بیماری کا نام ''تحریف'' بھی رکھا ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کی اس بیماری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ [المائدة: ١٣]

''(صحیح) باتوں کو ان کے مقامات (میں ثابت ہونے) کے بعد بدل دیتے ہیں۔''

افسوس بعض مسلمانوں نے اپنے ائمہ وفقہاء کی تقلید کرتے ہوئے ان کے افکار ونظریات کو دین کا درجہ دے دیا، خواہ وہ قرآن وسنت کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔غلو سے کام لیتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا گی:

"كل آية أو حديث يخالف ما عليه أصحابنا فهو مؤول أو منسوخ." (أصول الكرخي)

''ہر وہ آیت اور ہر وہ حدیث جو ہمارے بزرگوں کے مذہب کے خلاف ہوگی ہم اس کی تاویل کریں گے یا اسے منسوخ قرار دے دیں گے۔''

یعنی اسے مانیں گے نہیں۔ یہ ذہنیت غلو پر مبنی ہے جب کہ صحیح فکر یہ ہے کہ اگر کوئی بات قرآن وحدیث سے ثابت ہو جائے یا کسی بات کی تائید آیت وحدیث سے ہو جائے تو اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ○﴾ [النور: ٥١، ٥٢]

''مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔''

قرآنِ مجید صحیفۂ ہدایت ہے، ہدایت ومعرفت الٰہی کا اصلی ذریعہ ہے اور شریعت کے احکام ومسائل کا پہلا بنیادی ماخذ ہے۔لہٰذا اسے معرفت الٰہی اور ہدایت حاصل کرنے ہی کے لیے پڑھا جائے، دین وشریعت کے احکام ومسائل اس سے سیکھے جائیں اور ان کی تشریح وتوضیح رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ سے معلوم کی جائے۔اگر آپ نے قرآن وسنت کے بجائے آراء الرجال یعنی لوگوں کی قیل وقال کو دین وشریعت کا درجہ دینا شروع کر دیا اور قرآن وسنت میں تاویل

تحریف سے کام لینا شروع کر دیا یا بلا تحقیق احکام قرآن وسنت کو منسوخ قرار دے دیا تو بلاشبہ یہ شدید ضلالت وگمراہی ہے، ایسی گمراہی جو آپ کو دین سے بہت دور لے جائے گی۔ کیونکہ جو شخص اپنے فسادِ طبیعت کے باعث علاج کو ہی بیماری بنالے گا وہ کب اس بات کا حق دار ہے کہ اسے شفا نصیب ہو! جو شخص گلہائے رنگ رنگ کی بہار دکھانے والے کسی چمن زار میں جا کر بھی پھولوں کی بجائے کانٹوں سے اپنے دامن کو بھرتا ہے تو وہ کب اس بات کا سزاوار ہے کہ پھولوں کی بوئے عطر بیز سے اس کے مشام جان معطر ہوں! اور جو شخص بیت اللہ میں جا کر بھی بتوں اور غیر اللہ ہی کو یاد کرے وہ کب اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا چراغ جلے یا توحید کے نور سے اس کے دل میں کرن کرن اجالا ہو! بعینہٖ جو شخص دین وشریعت کے احکام ومسائل کے سلسلے میں آراء الرجال یعنی لوگوں کے قیل وقال کو قرآن وسنت پر ترجیح دیتا ہے، وہ کب اس بات کا سزاوار ہے کہ اسے دین کا فہم نصیب ہو!

بہرحال قرآنِ مجید کے بارے میں غلو کی ایک بدترین صورت یہ بھی ہے کہ قرآنِ مجید کے صریح احکام کو ماننے کے بجائے اور رسولِ اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ سے کسب فیض کے بجائے ائمہ وفقہاء کرام رحمہم اللہ کے اقوال کو ترجیح دی جائے، حالانکہ تمام ائمۂ کرام اور فقہاءِ عظام نے قرآن وسنت کے دامن سے وابستگی کی بے حد تاکید فرمائی ہے۔

ہمارے ان بہت سے قرّاء کا قرآنِ مجید کی قراءت وتلاوت کا انداز بھی غلو ہی کے ضمن میں آئے گا جو قراءت وتجوید کے اصولوں سے تجاوز کرتے ہوئے بے حد تطویل، تکلف اور مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اور خوش الحانی کے مظاہرے میں قواعد وضوابط کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔

اسی طرح کچھ لوگ قرآنِ مجید پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی بجائے پانچ سات ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر اسے اتنا اونچا رکھ دیتے ہیں کہ اس تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچنے پائے۔ یہ اور اس طرح کی دیگر بہت سی صورتیں ہیں جو ہم نے قرآنِ مجید میں غلو کے باب میں اختیار کر رکھی ہیں۔

غلو کے نتائج:

علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ نے بڑی خوب صورت بات لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''ہم نے اور ہم سے پہلے لوگوں نے بھی یہ دیکھا ہے کہ جو شخص دین میں غلو سے کام لیتا ہے وہ حقیقت میں دین سے محروم ہوجاتا ہے۔ یہ بات ممنوع نہیں ہے کہ عبادت کے سلسلے میں اکمل انداز کو اختیار کیا جائے کیونکہ یہ بات تو دین میں انتہائی قابل ستائش ہے۔ ممنوع یہ ہے کہ ایسا افراط اختیار کیا جائے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ انسان اُکتا جائے اور پھر اس عبادت کو بجا ہی نہ لا سکے یا وہ نفل عبادت ہی میں ایسا مبالغہ کرے کہ فرض عبادت ترک ہوجائے یا فرض عبادت کا وقت ہی ختم ہوجائے، مثلاً ایک شخص ساری رات تہجد گزاری اور شب زندہ داری میں گزارے اور پھر رات کے آخری حصے میں اس پر نیند کا اس قدر غلبہ ہوجائے کہ نمازِ فجر باجماعت ادا نہ کرسکے یا وہ بیدار ہی طلوعِ آفتاب کے بعد ہو تو نفلی عبادت میں ایسا مبالغہ شریعت میں ممنوع ہے، جس سے فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی ہو۔'' (الفتح: ۱/ ۱۱۷)

دین میں کمی بیشی ممنوع ہے:

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شریعت میں جو بات مقرر کر دی گئی ہے اس پر اپنی طرف سے اضافہ کرنے سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرما دیا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بندہ اگر از خود اپنے آپ پر سختی کا سبب بنے گا، مثلاً جو لوگ وضو یا غسل کے سلسلے میں وسوسوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں تو وہ ہمیشہ کے لیے ان وساوس کا شکار رہتے ہیں اور اس سلسلے میں بے پناہ تکلیف اٹھاتے ہیں، اور وضو وغسل میں اس طرح مبالغے سے کام لیتے ہیں کہ ان کا وضو اور غسل کبھی مکمل ہوتا ہی نہیں۔ شرعی

طور پر سختی کی مثال انسان کا کسی کام کے لیے نذر ماننا ہے۔ نذر مان کر انسان خود اپنے آپ ہی کو سختی سے مبتلا کر لیتا ہے کہ شرعاً نذر کا پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔''

(إغاثة اللهفان : ١/ ١٣٢)

غلو باعثِ ہلاکت ہے:

تشدد اور غلو کے ذریعے انسان اپنے آپ کو بے جا طور پر سختی اور مصیبت میں ڈال لیتا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت میں غلو سے منع کر دیا گیا ہے بلکہ آنحضرت ﷺ نے تو اسے سابقہ قوموں کی ہلاکتوں کا سبب بھی قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حج میں رمی جمار کے لیے آنحضرت ﷺ نے مجھے کنکریاں لانے کا حکم دیا تو میں چھوٹی چھوٹی سی کنکریاں چن کر لایا اور جب میں نے انھیں آپ ﷺ کے دست مبارک پر رکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((بأمثال هؤلاء، وإياكم والغلو في الدين، فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين.))

(سنن نسائي، رقم الحديث: ٨٦٣، سنن ابن ماجه، رقم الحديث: ٣٠٢٩)

''اس طرح کی کنکریاں ہونی چاہئیں، دین میں غلو کرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے ہلاک کر دیا تھا۔''

آپ ﷺ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ رمی جمار کے لیے بس چھوٹی چھوٹی ہی کنکریاں کافی ہیں۔ تکلف اور تشدد سے کام لیتے ہوئے بڑے بڑے کنکر استعمال کرنے ضرورت نہیں ہے۔ افسوس کہ بہت سے حجاج کرام رمی جمار کے وقت اس ارشاد نبوی ﷺ کو بھول جاتے ہیں اور وہ کنکریوں کے بجائے بڑے کنکر بلکہ پتھر استعمال کرتے ہیں۔ اور بعض حضرات تو غلو کی انتہا کر دیتے ہیں کہ وہ کنکریوں کے بجائے جوتے استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔ اپنی دانست میں یہ حضرات شاید بڑی غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہیں، حالانکہ ایمان کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حدود مقرر فرما دی ہیں انھی کی پابندی کی جائے اور ان سے سرمو تجاوز نہ کیا جائے کیونکہ حدود شریعت سے تجاوز دنیا میں ہلاکت کا سبب بنتا ہے، اور آخرت میں یہ شافع روز جزا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت سے محرومی کا سبب بنے گا جیسا کہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((صنفان من أمتي لا تنالهما شفاعتي: سلطان ظلوم عشوم، وغال في الدين.)) (السنة لابن أبي عاصم: ١/ ٢٣ الترغيب والترهيب: ٣/ ١٨٥)

''میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی: ظالم اور غاصب بادشاہ، اور دین میں غلو کرنے والے لوگ۔''

دین تو آسان ہے:

انسان اپنی مرضی سے دین کو ہوا بنا لے تو الگ بات ہے ورنہ اللہ ربّ ذوالجلال نے اپنے دین کو بہت آسان بنایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن الدين يسر، ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه.)) (صحيح بخاري مع فتح الباري: ١/٣٩)

''بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی کرے گا تو دین اس پر غالب آ جائے گا۔''

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے زیادہ تفصیل کے ساتھ فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں، انھیں ضائع نہ کرو۔ کچھ حدود مقرر کر دی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو۔ کچھ چیزوں کو حرام قرار دے دیا ہے، ان کے قریب نہ جاؤ اور کچھ چیزوں کو بھولے بغیر ترک کر دیا ہے ان کے بارے میں کرید نہ کرو۔ (جامع الاصول: ۵/۵۹)

جیسا کہ صحیح بخاری کی مذکورہ بالا حدیث میں ہے اللہ کا دین آسان ہے۔ دین کے احکام کو پورا کرنا اس وقت مشکل ہوگا جب کوئی انسان از خود اپنے اوپر ایسی پابندیاں عائد کر لے جن کا دین میں حکم نہ ہو۔ بطور مثال ہم یہاں صحیح بخاری ہی کی ایک حدیث پیش کرتے

ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے انسان کو دیکھا جسے اس کے دو بیٹے گھسیٹ کر (بیت اللہ کی طرف) لے جا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس کا کیا ماجرا ہے؟'' انھوں نے جواب میں عرض کی کہ اس نے نذر مانی تھی کہ یہ پیدل چل کر بیت اللہ جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس بات سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے آپ کو عذاب میں ڈالے۔'' اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ سواری پر سوار ہو جاؤ۔''

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ١٨٦٥)

اسی طرح صحیح بخاری ہی کی ایک اور حدیث میں بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے عرض کی: اس کا نام ابواسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ یہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں، نہ یہ سایہ استعمال کرے گا اور نہ کسی سے بات کرے گا اور روزے سے رہے گا۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسے حکم دو کہ یہ بات کرے، سایہ استعمال کرے، اور بیٹھ جائے اور اپنے روزے کو پورا کرے۔''

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ٦٧٠٤)

روزہ رکھنا شرعی حکم ہے لیکن اس میں اس قسم کی اپنے اوپر پابندیاں عائد کر لینا جس طرح ابواسرائیل نے اپنے اوپر عائد کی تھیں، دین میں غلو ہے۔ اور دین میں غلو اختیار کر کے انسان اپنے آپ کو از خود مشکلات میں مبتلا کر لیتا ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خطبے میں ارشاد فرمایا:

''لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو فرض قرار دیا ہے، لہٰذا حج کیا کرو۔'' ایک شخص نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہر سال؟'' اس نے یہ سوال تین بار دہرایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں یہ کہہ دیتا ہاں تو ہر سال حج ادا کرنا واجب ہو جاتا اور تمھیں اس کی استطاعت نہ ہوتی۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں، تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء سے کثرت سوال اور اختلاف کے باعث ہی ہلاک ہوئے تھے، جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو مقدور بھر اطاعت بجا لاؤ اور جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔''

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ١٣٣٧)

غلو شرک تک پہنچا دیتا ہے:

قرآنِ مجید کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ غلو انسان کو شرک جیسی مہلک بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے انبیاء کرام کی شان میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ انھوں نے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کے بیٹے قرار دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی جو ﴿لم يلد ولم يولد﴾ کے اوصاف سے متصف پذیر ہے، کوئی انسان خواہ وہ مقام و مرتبے کے اعتبار سے کتنے ہی اونچے مقام پر کیوں فائز نہ ہو، اس کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر غلو کی کرشمہ سازی ملاحظہ کیجیے کہ اس نے انسان کی عقل پر پردہ ڈال دیا ہے اور خالق و مخلوق کے درمیان فرق کو ملحوظ نہ رہنے دیا۔ قوموں کو تباہ و برباد کرنے والا یہ ایسا شدید مرض ہے کہ رحمۃ للعالمین، سرورِ دنیا و دین صلی اللہ علیہ وسلم فکر مند رہے کہ سابقہ امتوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے میری امت بھی کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائے۔ آخر وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فکر دامن گیر رہا حتی کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت بالکل آخری لمحات میں آپ نے ارشاد فرمایا:

((لعنة الله على اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد.)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٣٤٥، صحيح مسلم، رقم الحديث: ٥٣١)

''یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔''

اس حدیث کی راوی امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"يحذر ما صنعوا."

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو یہود و نصاریٰ کے ان جیسے

افعال کے ارتکاب سے ڈرا رہے تھے۔''

کیونکہ انبیاء واولیاء کی شان میں غلو ان کی عبادت کا سبب بن جاتا ہے، اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

((لا تـطـروني كما أطرت النصارى ابن مريم فإنما أنا عبده فقولوا عبد الله ورسوله .))

(صحيح بخاري، رقم: ٣٤٤٥)

''میری شان میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جیسے عیسائیوں نے ابن مریم کی شان میں مبالغہ سے کام لیا تھا۔ میں تو اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے عبداللہ اور رسول اللہ کہو۔''

بہر حال آپ ﷺ نے اپنی امت کو بڑی سختی کے ساتھ غلو سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تین بار ارشاد فرمایا:

((هلك المتنطعون .))

(صحيح مسلم، رقم الحديث : ٢٦٧)

''غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے۔''

"متنطعون" ان لوگوں کو کہتے ہیں جو حد اعتدال سے تجاوز کرتے ہوئے اپنے اقوال وافعال میں بے حد مبالغہ اور غلو سے کام لیں۔

اسلام دین اعتدال ہے:

اسلام دین جمال وکمال ہے، یہ راہ اعتدال ہے، جس میں کوئی افراط وتفریط نہیں۔ امام جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اسلام کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

''ارض وسماء میں اللہ کا دین ایک ہی ہے اور وہ ہے دین اسلام، جو غلو وتقصیر، تشبیہ وتعطیل، جبر وقدر، اور امن ومایوسی (امید وخوف) کے درمیان ہے۔'' (شرح عقیدہ طحاویہ، ص: ۵۸۵)

ابن عقیل نے ایک دلچسپ بات لکھی ہے اور وہ یہ کہ مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ پانی میں بے شمار غوطے لگانے کے باوجود مجھے یہ شک ہوتا ہے کہ معلوم نہیں کہ غسل صحیح ہوا بھی ہے یا نہیں تو اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: جناب! میرے رائے یہ ہے کہ آپ سے تو نماز ہی ساقط ہوگئی ہے، اس نے پوچھا وہ کیسے؟ میں نے کہا: اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

''تین شخص مرفوع القلم ہیں: مجنون حتی کہ صحت یاب ہوجائے، سویا ہوا حتی کہ بیدار ہوجائے اور بچہ حتی کہ بالغ ہوجائے۔''

اور جو شخص پانی میں بار بار غوطہ لگانے کے باوجود یہ شک کرے کہ معلوم نہیں اس کے جسم کو پانی لگا ہے یا نہیں تو وہ مجنون ہے اور مجنون مرفوع القلم ہے اور اس سے نماز (اور دیگر تمام فرائض وواجبات) ساقط ہیں۔ (إغاثة اللهفان لابن قيم: ١/ ١٥٤)

ہمارے بہت سے صوفی منش احباب جو طہارت، وضو اور غسل کے بارے میں اسی قسم کی تشکیک میں مبتلا رہتے ہیں، انھیں اپنے طرز عمل پر خاص غور فرمانا چاہیے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شریعت نے ہر قسم کے غلو اور تشدد سے منع کیا ہے خواہ اس کا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے۔ (فتح المجید، ص: ۲۲۷)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان بڑا عیار ہے اور اس کی ایک بہت عجیب تدبیر یہ ہے کہ وہ انسانی نفوس کو ٹٹول کر یہ جائزہ لے لیتا ہے کہ کس کی طبیعت افراط کی طرف مائل ہے اور کس کی تفریط کی طرف، اور پھر جس کی طرف کسی کی طبیعت کا میلان ہوتا ہے وہ اپنی دسیسہ کاریوں سے اسے اسی طرف لگا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت یا تو وادیِ تقصیر میں سرگرداں ہوتی ہے یا وادیِ مبالغہ وغلو میں حیران، یعنی یا تو وہ احکامِ شریعت پر عمل کرنے میں کوتاہی اور دون ہمتی کا ثبوت دیتے ہیں یا اس قدر مبالغہ اور غلو سے کام لیتے ہیں کہ حد اعتدال سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جب کہ بہت قلیل سعادت مند ایسے ہوتے ہیں جو صراطِ مستقیم پر رہتے ہیں، جس کا رسولِ اکرم ﷺ نے تعین فرمایا ہے اور بلاشبہ آپ ﷺ کا عمل اور طریقہ ہی راہِ اعتدال ہے۔ (إغاثة اللهفان : ١/ ١٣٦)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص دینی اعمال میں غلو سے کام لے گا اور نرمی کے پہلو

کوترک کرے گا تو بالآخر وہ عاجز ودرماندہ ہوجائے گا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ یہ بھی غلو ہے کہ انسان رخصت کی جگہ عزیمت کو اختیار کرے، مثلاً اگر کوئی شخص اپنی کسی مجبوری ومعذوری اور بیماری کی وجہ سے پانی کے استعمال سے عاجز وقاصر ہے اور اس صورت میں اسے تیمّم کرنے کی ضرورت ہے مگر وہ اس رخصت سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور تیمّم نہیں کرتا بلکہ پانی ہی کے استعمال کرنے پر اصرار کرتا ہے تو وہ یقیناً نقصان اٹھائے گا۔' (فتح الباري: ۱/ ۱۱۷)

خلاصۂ کلام:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسلام دین اعتدال ہے۔ اس کی پاکیزہ تعلیمات میں حسن وجمال ہے، جن کے مطابق بلاکم وکاست عمل ہی میں دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی کا راز مضمر ہے۔ جبکہ دین میں اپنی طرف سے افراط وتفریط کا نام غلو ہے اور غلو حرام ہے کیونکہ غلو کے درج ذیل نقصانات ہیں:

۱: غلو انسان کو شرک میں مبتلا کرکے اللہ تعالیٰ سے دور کردیتا ہے اور جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔

۲: غلو کے نتیجے میں انسان نہ صرف یہ کہ اپنے عمل کو ہمیشہ جاری نہیں رکھ سکتا بلکہ تنگ آکر بسا اوقات ترک بھی کردیتا ہے۔

۳: غلو اس بات کی علامت ہے کہ انسان کا ایمان اور اس کی عقل کمزور ہے اور اس پر شیطان نے تسلط جمالیا ہے۔

۴: غلو انسان کی جہالت اور فہم دین میں قلت کی دلیل ہے۔

۵: غلو انسان کو شیطانی وسوسوں میں مبتلا کردیتا ہے۔

۶: غلو کرنے والے کا دل تنگ ہوکر حزن وملال میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

اللہ ربّ ذوالجلال والاکرام سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے فضل وکرم کے ساتھ غلو سے محفوظ رکھے اور افراط وتفریط کے بغیر اعتدال یعنی اپنے پسندیدہ دین اسلام کے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا ربّ العالمین۔



اسلام اور عصر حاضر

دینی نصاب تعلیم میں
اسلام اور عمرانی نظریات کے موازنے کی ضرورت

عطاء محمد جنجوعہ

اسلام میں علم قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے خلافت اسلامیہ کے سنہری دور میں مسلمانوں کے علوم وفنون کی اساس قرآن وسنت تھی لیکن اس کے ساتھ تعلیمی اداروں میں طب، ہندسہ، فلکیات، کیمیا، ریاضی اور فلسفہ جیسے سائنسی وعمرانی علوم وفنون سکھائے جاتے تھے۔ یہاں سے فارغ التحصیل احباب نے انسانی تاریخ میں بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔ بارہ صدیوں تک مسلمانوں کی سلطنت نصف کرۂ ارض پر محیط رہی لیکن اسلامی نظام تعلیم دینی ودنیوی تقاضوں پر احسن طریق سے پورا اترا۔

یہود ونصاریٰ نے عسکری میدان میں شکست کھا کر اسلام کی نظریاتی عمارت میں نقب لگانے کے لیے کئی فتنوں کو جنم دیا۔ اُس دور کے علماء نے اُن نظریات کو اسلام کا لبادہ نہیں پہنایا بلکہ ان فتنوں کا ادراک حاصل کرکے علمی انداز میں تعاقب کیا۔ جس طرح امام ابن تیمیہ نے عجمی فتنہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہما نے یونانی فلسفے کا محاکمہ کیا۔ اگر کسی دور میں مسلمان حکمران سیاسی وعسکری لحاظ سے کمزور ثابت ہوئے اور دشمن نے غلبہ بھی حاصل کرلیا، انھوں نے لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کو تہ تیغ بھی کیا لیکن مسلمانوں کا نظام تعلیم وتزکیہ مستحکم بنیادوں پر استوار تھا کہ وہی ظالم اسلام کے آفاقی وفلاحی اصولوں سے متاثر ہوئے۔

یہودی مائی مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر بہتان تراشی کرتے تھے، اس لیے عیسائی فطری طور پر یہودیوں کے مخالف تھے۔ یورپ میں مقیم یہودی اپنی خباثتوں سے باز نہ آتے تھے۔ چرچ اُن کے قتل کا فتویٰ دائر کرتا اور بادشاہ حکم جاری کرتا۔ اور عیسائی یہودیوں کو قتل کرنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے لیکن اس کٹھن دور میں بھی یہودیوں نے اپنی نسل نو کو ابتدائی تعلیم وتربیت معبدوں میں دی۔ وہی نسل پروان چڑھی۔ انھوں نے قدیم وجدید علوم کا مطالعہ کیا۔ جنھوں نے اپنی قوم کی بقا اور ترقی کے لے صہیونی تنظیم قائم کی۔ جنھوں نے وحی الٰہی کی بجائے ارادۂ عمومی جیسے نظریات کو فروغ دیا۔ جس کے نتیجے میں اہل یورپ اپنے بادشاہوں اور چرچ کے مخالف بن گئے۔ انقلاب فرانس نے عیسائیت کو چرچ میں مقید کردیا۔ عیسائی معاشرے اور حکومت میں قانون سازی کے اختیارات انسان کو حاصل ہوگئے۔

یورپی اقوام نے خلافت اسلامیہ کو سبوتاژ کیا اور اسلامی ریاستوں پر تسلط جمالیا تو انھوں نے مسلم دنیا، خصوصاً ترکی، مصر اور ہندوستان، میں صہیونی افکار کی آبیاری کی۔ انگریزوں کی آمد سے قبل برصغیر پاک وہند کے تعلیمی اداروں میں دینی ودنیوی تعلیم دینے کا اہتمام تھا۔ یہاں سے فارغ ہونے والے اسلام کے داعی اور مجاہد بن کر نمودار ہوئے۔ دوسری طرف انھوں نے مغلیہ خاندان کے وسیع وعریض سلطنت کے انتظامی تقاضوں کو خوش اسلوبی سے سرانجام دیا لیکن انگریزوں نے برسر اقتدار آکر مسلم تعلیمی اداروں کو مقفل کردیا اور ان کے اثاثوں کو ضبط کرلیا۔ اس کے متبادل سیکولر نظام تعلیم رائج کردیا۔ اور با اثر خاندان کے ذہین افراد کو مراعات دے کر برطانوی تعلیمی اداروں میں بھیجا۔

یہی وجہ ہے کہ مصر، ترکی اور ہندوستان کے جن سکالروں نے آزادی رائے، نسوانی حق تلفی، ارادۂ عمومی معیار حق اور آئین سازی میں پارلیمنٹ کی فوقیت پر تحقیقی کام کیا۔ یورپی اقوام نے اُن کو

اعزازات سے نوازا۔ البتہ ایسے ہونہار مسلم طلباء جنھوں نے بچپن میں دینی ابتدائی تعلیم حاصل کی ہوئی تھی۔ اگر چہ انھوں نے مغربی اداروں سے اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کی لیکن اُنھوں نے لیڈر بن کر یورپ کے ایوانوں میں صدائے حق کی شمع روشن کی۔ اور صلیبی تہذیب وتمدن اور صہیونی فکر وفلسفہ کے بخیے ادھیڑ دیے لیکن ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔

مغلیہ دور کی عدالتوں میں فقہ اسلامی رائج تھا۔ اسلامی قانون کے ماہرین جج مقرر تھے۔ لوگ تجارتی لین دین، وراثتی امور و دیگر خانگی معاملات کے فیصلوں کے لیے قاضیوں کی خدمات حاصل کرتے تھے۔ انگریزوں نے برسر اقتدار آ کر انسانی خود ساختہ قانون نافذ کر دیا اور مغربی علوم کے ماہر جج مقرر ہوئے۔ محکومی کے دور میں علماء حق نے چند دینی مدارس قائم کیے۔ ناساز حالات کی بدولت اور وسائل کی عدم دستیابی کی وجہ سے عدالتی، عمرانی اور سائنسی علوم پر تو توجہ نہ دے سکے، البتہ عربی وفارسی میں مہارت، ناظرہ قرآن اور ارکان اسلام سے متعلقہ احادیث اور فقہی احکام نئی نسل کو منتقل کرتے رہے لیکن ارکانِ خمسہ اسلام کا جزو ہیں، کل نہیں۔ عربی صرف ونحو اور منطق ذریعۂ تعلیم تو ہیں، اساس نہیں۔ انگریزوں کے دور میں المیہ یہ ہوا کہ اسلامی علوم وفنون کی اساس قرآن وسنت میں مہارت سے محروم ہوگئی۔ دوسرا المیہ یہ ہوا کہ چند فقہی اختلافات کی بنیاد پر امت مسلمہ مختلف مکاتیب فکر میں منقسم ہوگئی۔ یہ حقیقت ہے کہ انگریزوں کے دور میں سرکاری تعلیمی اداروں کا مقصد ذریعہ معاش بن گیا اور دینی مدارس سے فارغ التحصیل کی راہ نمائی مسجد ومدرسہ تک محدود ہوگئی۔ الٰہی! اسلاف کی قبروں کو منور فرما جنھوں نے کٹھن دور میں مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلام کی بنیادی تعلیم وتزکیہ کے زیور سے آراستہ کیا۔

انگریز دور حکومت میں مغربی تہذیب وتمدن اختیار کرنے والوں کو مسلم معاشرے میں نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا لیکن آج مغربی فکر وفلسفہ کی اثر پذیرائی کا نتیجہ ہے کہ مسلم دنیا میں اللہ کی قانونی حاکمیت بنی نوعِ انسان کو منتقل ہوگئی ہے۔ کسی کو احساس نہیں بلکہ علماء اس نظام سے اسلامی قانون کے غلبے کی آس لگائے ہوئے ہیں۔

علامہ رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ نے انجیل کا مطالعہ کیا، پھر عیسائیت کی تردید میں ''اظہار حق'' تصنیف کر کے اسلام کی ترجمانی کی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے بدنام زمانہ کتاب کا جواب دینے کے لیے ہندومت کے فلسفے کا مطالعہ کرنے کے بعد ''مقدس رسول'' تحریر کی۔ اسی طرح موجودہ دور میں مغربی فکر وفلسفہ کا ناقدانہ جائزہ لینے کے لیے سیاست ومعیشت، معاشرت، نفسیات اور عدل وانصاف سے متعلق اُن کے نظریات کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔ چنانچہ مغربی علوم وفنون کو سمجھنے اور اس کا مؤثر دفاع کرنے اور عالمی سطح پر اسلام کی تبلیغ کے لیے انگلش زبان پر عبور حاصل کرنا ضروری ہے۔

مدارس میں امتحانی نقطہ نظر سے پڑھایا جاتا ہے لیکن میرا مدعا یہ ہے کہ طلباء کو اس قدر ماہر کر دیا جائے کہ وہ تحریری وتقریری انداز میں اسلام کی ترجمانی کر سکیں اور اسلامی علوم فنون کی برتری ثابت کر سکیں۔ مقام شکر ہے کہ دینی مدارس سے فارغ التحصیل عربی اور اسلامیات میں پی ایچ ڈی کر کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں آ رہے ہیں۔ اس وقت مختلف مکاتیب فکر کے کئی دینی مدارس قائم ہیں۔ ہر ایک مدرسے سے امید رکھنا کہ وہ دینی تعلیم کے ساتھ تمام عمرانی علوم سکھائے مشکل امر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر ایک دینی مدرسہ دینی تعلیم کے ساتھ سیاست، معیشت، نفسیات، عمرانیات اور انفارمیشن میں سے کسی ایک مضمون پر خصوصی توجہ دے۔ تقابلی نظریات پیش کر کے اسلام کی دائمی اور آفاقی حیثیت کو اجاگر کیا جائے۔

کرۂ ارض میں کئی علاقے ایسے ہیں جو اسلام کی روشنی سے محروم ہیں۔ اصحابِ خیر کی مساعی جمیلہ سے اسلام دوسری زبانوں میں منتقل ہو رہا ہے لیکن تاحال کئی زبانوں میں منتقل نہیں ہو سکا۔ چونکہ خاتم النّبیین ﷺ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری امت مسلمہ پر عائد کی ہے لیکن صہیونی جنگ کے دور میں مسلمانوں کا تبلیغی سفر کرنا پیچیدہ مسئلہ بن گیا ہے۔ دنیا کی معروف زبانوں میں فہم قرآن وحدیث کا ترجمہ کرنا ضروری ہے، اس لیے اصحابِ خیر مل کر لسانی تفہیم

کے ادارے قائم کریں جہاں فارغ التحصیل علماء کو معقول وظیفہ دے کر معروف زبانوں میں سے کوئی ایک زبان سکھائی جائے تاکہ وہ پرنٹ والیکٹرانک میڈیا کے ذریعے اسلام کی تبلیغ کرسکیں۔

اسلامی نکتہ نظر سے زبان ذریعہ علم ہے۔ قرآن وسنت میں مہارت اساس ہے۔ دینی مدارس کے نصاب کا دورانیہ چھ سے آٹھ سال تک ہے۔ بعض طلباء خانگی مجبوری سے ادھوری تعلیم حاصل کرتے ہیں اور خوش الحانی کی وجہ سے دیہی مسجد کی امامت وخطابت پر فائز ہوجاتے ہیں۔ لیکن وہ اسلام کے اساسی علم سے محروم ہوتے ہیں، اس لیے وہ کما حقہ دینی خدمت سرانجام نہیں دے سکتے، چنانچہ کورس کی دوانیہ مدت کو مدنظر رکھ کر آسان سے مشکل اور روزمرہ مسائل سے پیچیدہ قانونی احکام کی طرف اسلام کے سرچشمہ قرآن وسنت کا نصاب ترتیب دیا جائے تاکہ طالب علم تعلیم کے پہلے سال سے ہی عربی کے ساتھ ساتھ دین کی ابتدائی تعلیم سے بہرور ہوجائے۔

اہل مغرب میں سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی مسلمانوں کی مرہونِ منت ہے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کے تعلیمی ادارے تفریحی سیرگاہ اور جلسے جلوسوں کی آماجگاہ بن چکے ہیں۔ کیمسٹری اور فزکس کی تدریس کے لیے وسیع تر لیبارٹریوں کی ضرورت ہے، اس لیے دینی مدارس اس کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ معاشرے میں سماجی کارکنوں کی اپیل پر یونیورسٹی قائم ہوسکتی ہے تو علماء کی اپیل پر بھی یقیناً سائنس یونیورسٹی قائم ہوسکتی ہے جہاں میٹرک سائنس پاس طلباء کو میرٹ کی بنیاد پر داخلہ دیا جائے۔ سائنسی علوم میں تدریس کے علاوہ مسلم وغیر مسلم سائنس دانوں کے تجربات کو عملی طور پر کرانے کا اہتمام ہو، تاکہ اُن میں تحقیقی ذوق اجاگر ہو۔ یونیورسٹی میں طلباء کی بود وباش اور سہولیات کی فراہمی کا خاطر خواہ اہتمام ہو۔ تاہم یونیورسٹی کی کفالت کے لیے مناسب فیس وفنڈ وصول کیے جائیں جہاں طلباء میں زراعت، صنعت، کیمیا وطبیعات اور فلکیات کے شعبوں میں تحقیقی ذوق پیدا کیا جائے تاکہ مسلمان علمی وفنی لحاظ سے کھویا ہوا مقام حاصل کرسکیں۔

مادی دور میں ڈاکٹر صاحبان نے دولت کے چکر میں آکر خدمت کے جذبے کو نظر انداز کردیا ہے۔ صلیبی قوم نے مسلم دنیا میں ہسپتال اور رفاہی ادارے قائم کیے ہوئے ہیں جہاں وہ مفت یا سستے داموں علاج کر کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی تگ ودو میں ہیں۔ جبکہ پہلے دور میں دینی مدارس سے فارغ التحصیل علماء کسی مستند حکیم سے علم طب حاصل کرلیتے تھے، اس طرح وہ روحانی وجسمانی امراض کا بیک وقت علاج کرتے تھے۔ موجودہ دور میں طب کی سند کے لیے چار سالہ کورس مختص ہے لیکن دینی مدارس سے آٹھ سالہ کورس کرنے والوں کے لیے طب کی سند حاصل کرنا مشکل امر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ بعض دینی مدارس حکومت سے اجازت نامہ لے کر میٹرک پاس طلباء کو دینی تعلیم کورس کے ساتھ طب کا سمسٹر کرائیں۔

طب یونانی مرض کو جڑ سے اکھاڑتا ہے جبکہ ایلوپیتھی علاج مرض کے ظاہری اثرات پر جلد قابو پالیتا ہے، اس لیے معاشرے میں لوگوں کا رجحان اس طرف ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اصحابِ خیر ایسے میڈیکل کالج قائم کریں۔ ذہین طلباء کو داخل کیا جائے جہاں اُن کو ایم بی بی ایس کورس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا نصاب بھی پڑھایا جائے۔ اُن کے تزکیے کا خصوصی اہتمام کیا جائے تاکہ وہ خدمت انسانیت کو اوّلین ترجیح دیں اور معاش کو ثانوی حیثیت دیں۔

دینی مدارس اپنے مسلک کے فروعی مسائل کا تعارف ضرور کرائیں لیکن مناظر بنانے سے اجتناب کریں۔ بلکہ مذاہب عالم عیسائیت، یہودیت، ہندومت، بدھ مت، قادیانیت اور اسمٰعیلیہ وغیرہ سے سنجیدہ بحث مباحثہ کرنے کی صلاحیت پیدا کریں تاکہ وہ اپنے مسلک کی بجائے اسلام کے ترجمان بن کر فارغ ہوں۔



اصلاحِ معاشرہ

اس سے پہلے کہ

جاوید چودھری

محمد اقبال ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں کام کرتے تھے۔ میرا ان سے پہلا رابطہ ۱۹۹۷ء میں ہوا۔ یہ اپنے ٦ سال کے بیٹے کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے۔ ان کا بیٹا بہت تمیز دار، با اعتماد اور ذہین تھا۔ اقبال صاحب نے اپنے بیٹے کو علامہ اقبال کی نظمیں اور شیکسپیئر کی لائنیں یاد کرا رکھی تھیں۔ یہ اپنے بیٹے کے ساتھ صبح جاگنگ بھی کرتے تھے اور ان کا بیٹا ٦ سال کی عمر میں اخبار اور میگزینز بھی پڑھتا تھا۔ ٦ سال کے اس بچے کو ٹائم اور نیوز ویک کا فرق بھی معلوم تھا۔ یہ پاکستان کے بڑے کالم نگاروں، شاعروں اور مصنفوں کو شکل اور نام سے بھی جانتا تھا اور اسے ملکی سیاست کے بارے میں بھی بہت معلوم تھا۔ یہ میاں نواز شریف کا دوسرا دور تھا۔ اس دور میں میاں نواز شریف اور چیف جسٹس سجاد علی شاہ کے درمیان اختلافات چل رہے تھے۔ صدر فاروق لغاری بھی اس جنگ کے فریق تھے۔ بچے کو اس سیاسی لڑائی کا بھی علم تھا اور یہ مجھ سے بار بار پوچھ رہا تھا: ''صدر فاروق لغاری فارغ ہوں گے یا میاں نواز شریف؟''

اور میں بچے کے اس سوال پر بار بار ہنس پڑتا تھا۔ اقبال صاحب اس کے بعد بھی میرے ساتھ رابطے میں رہے۔ ان سے سال چھ مہینے میں ایک آدھ ملاقات ہو جاتی تھی۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ اقبال صاحب میرے پاس آخری بار ۲۰۱۰ء کی سردیوں میں آئے۔ ان کا بیٹا اس بار بھی ان کے ساتھ تھا لیکن یہ وہ بچہ نہیں تھا جس سے میں ۱۹۹۷ء میں ملا تھا۔ یہ بچہ لمبا بھی ہو چکا تھا، جوان بھی لیکن جسمانی اور ذہنی لحاظ سے بالکل فارغ تھا۔ یہ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ انیس سال کی عمر میں اس کے دو تہائی بال سفید ہو چکے تھے۔ اس کے چہرے پر جھریاں پڑ چکی تھیں۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے۔ کندھے اور کمر جھکی ہوئی تھی اور اس میں اعتماد نام کی چیز نہیں تھی۔ یہ متوحش نظروں سے دائیں بائیں دیکھتا تھا اور بات کرتے کرتے ڈر کر اوپر کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ یہ مخاطب کی آنکھوں میں آنکھیں بھی نہیں ڈال سکتا تھا اور یہ ناخن بھی چباتا تھا۔ میں یہ دکھ کر حیران رہ گیا۔ جس بچے کو ۱۹۹۷ء میں میاں نواز شریف اور جسٹس سجاد علی شاہ کی لڑائی کی بنیاد تک معلوم تھی، یہ ۲۰۱۰ء میں آصف علی زرداری کو وزیراعظم اور یوسف رضا گیلانی کو صدر کہہ رہا تھا اور اسے یہ تک معلوم نہیں تھا کہ پرویز مشرف پاکستان چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ یہ بابر اعوان اور رحمٰن کو بھی نہیں جانتا تھا اور اسے امریکی صدر باراک حسین اوباما کے بارے میں بھی زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ اس کی گفتگو بھی ربط سے خالی تھی اور یہ اپنے فقرے بھی درمیان میں چھوڑ دیتا تھا۔ مجھے اقبال صاحب کی صحت بھی ٹھیک نہیں لگی۔ ان کے بال بھی سفید ہو چکے تھے اور یہ بھی بلڈ پریشر، شوگر اور دل کی ادویات استعمال کر رہے تھے۔

میں اخلاقاً خاموش رہا لیکن پھر ضبط نہ ہو سکا تو میں نے اقبال صاحب سے بچے کے بارے میں پوچھ لیا۔ اقبال صاحب نے بیٹے کو باہر گاڑی میں بھجوا دیا اور اس کے بعد مجھے وہ حیران کن بات بتائی جس نے آج تک مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ اقبال صاحب نے بتایا کہ ان کا اکلوتا بیٹا ذہین بھی تھا، صحت مند بھی اور سپورٹس مین بھی۔ یہ ہمیشہ کلاس میں پہلی اور دوسری پوزیشن لیتا تھا۔ یہ بچے کی رفتار پر خوش تھے لیکن پھر ان سے ایک غلطی ہو گئی۔ انھوں نے بیٹے کو چودہ سال کی عمر میں لیپ ٹاپ لے دیا اور گھر میں ''ان لمیٹڈ'' انٹرنیٹ لگوا دیا۔ اقبال صاحب کا خیال تھا کمپیوٹر اور انٹرنیٹ آج کے دور کا جامعہ ازہر ہے اور آپ آج کے زمانے میں انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے بغیر علم حاصل

نہیں کرسکتے۔ اقبال صاحب کا خیال درست تھا لیکن بچے کی عمر ابھی کم تھی۔ بیٹے کے ہاتھوں میں لیپ ٹاپ اور انٹرنیٹ آیا تو اس کی سرگرمیوں کا رخ بدلنے لگا۔ یہ شروع میں کمپیوٹر کو ایک آدھ گھنٹہ دیتا تھا لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کا زیادہ تر وقت کمپیوٹر پر صرف ہونے لگا۔ یہ آنکھ کھولتے ہی کمپیوٹر کا بٹن دبا دیتا اور اس کے بعد پورا دن لیپ ٹاپ سے کھیلتا رہتا۔ یہ سکول میں بھی زیادہ وقت کمپیوٹر پر رہتا۔ سکول سے واپس آ کر یہ اپنے کمرے میں بند ہوجاتا اور ساری ساری رات آن لائن رہتا۔ صبح اس کی آنکھ نہیں کھلتی تھی۔ والدہ اسے بڑی مشکل سے اٹھا کر سکول بھیجتی تھی۔ یہ کھانے پینے میں بھی بے احتیاطی کرنے لگا۔ یہ چھپ کر سگریٹ بھی پینے لگا اور اس نے والدین کے ساتھ بدتمیزی بھی شروع کردی۔ یہ جاگنگ اور ایکسرسائز سے بھی بھاگ گیا اور اس نے اپنے دوستوں سے بھی منہ موڑ لیا۔

غرض یہ ایک دو برسوں میں اپنے کمرے تک محدود ہو کر رہ گیا۔ اقبال صاحب نے بیٹے کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی لیکن یہ ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا، اقبال صاحب کو شروع شروع میں بیٹے کے مسئلے کا علم نہ ہوسکا مگر جب علم ہوا تو بہت دیر ہوچکی تھی۔ اقبال صاحب کا بیٹا انٹرنیٹ کے ذریعے فحش سائیٹس کا عادی ہوچکا تھا۔ یہ پورنو گرافک سائیٹس ہیں جن پر انتہائی فحش مواد ہوتا ہے۔ پورنو گرافی بھی چرس، ہیروئن اور کوکین کی طرح نشہ ہوتی ہے۔ دنیا کا ہر انسان فحاشی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ہم سب زندگی میں فحش مواد دیکھتے بھی ہیں، سنتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں لیکن ہم میں سے نوے فیصد لوگ بہت جلد اس دنیا سے باہر نکل آتے ہیں لیکن دس فیصد لوگ اس کے عادی ہوجاتے ہیں اور پھر ان میں اور ہیروئن کے عادی لوگوں میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ یہ لوگ فحاشی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ فحاشی شروع میں ان کی جسمانی صحت کو برباد کرتی ہے، پھر ان کے اعتماد کو توڑتی ہے، اس کے بعد ان کی ذہانت کو نگل جاتی ہے اور آخر میں ان میں آگے بڑھنے کا جذبہ ختم کردیتی ہے۔ اقبال صاحب کے بیٹے کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ یہ اپنی صحت بھی برباد کر بیٹھا اور پڑھائی سے بھی فارغ ہوگیا، جس کے بعد وہ بچہ جو کلاس میں پہلی اور دوسری پوزیشن حاصل کرتا تھا وہ فیل ہونے لگا اور جو پانچ سو میٹر کی دوڑ میں ہمیشہ اوّل آتا تھا وہ واک کے دوران بھی تھکنے لگا۔ اقبال صاحب ان دنوں نفسیات دانوں سے اپنے بیٹے کا علاج کرا رہے تھے۔ یہ اقبال صاحب سے میری آخری ملاقات تھی، یہ اور ان کا بیٹا اس کے بعد کہاں گئے مجھے نہیں معلوم۔

پورنو گرافک سائیٹس اور موبائل کے ذریعے فحش مواد کی ترسیل اس وقت پاکستان کا بہت بڑا سماجی مسئلہ ہے۔ ہمارے انٹرنیٹ پر ڈیڑھ لاکھ فحش سائیٹس موجود ہیں اور تین سال کے بچے سے لے کر نوے سال کے بوڑھے تک کوئی بھی بڑی آسانی سے یہ سائیٹس وزٹ کرسکتا ہے۔ میں اکثر اپنی ای میل کھولتا ہوں تو فحش سائیٹس خود بخود کھل جاتی ہیں اور میں شرمندگی سے دائیں بائیں دیکھنے لگتا ہوں، مجھے روزانہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں ایس ایم ایس بھی آتے ہیں اور ان میں سے بھی اکثر کا مواد اس قدر گھٹیا اور اخلاق باختہ ہوتا ہے کہ پورا دن خراب ہوجاتا ہے۔ میں نے اپنی عزت بچانے کے لیے آئی پیڈ اور آئی فون پر ''پاس ورڈ'' لگا رکھے ہیں اور میں ہمیشہ اپنے بچوں سے چھپا کر موبائل آئی پیڈ کھولتا ہوں کیونکہ مجھے خطرہ ہوتا ہے، اس کی سکرین پر کسی بھی وقت کچھ بھی آسکتا ہے اور میں بچوں اور عام لوگوں کے سامنے ''بے عزت'' ہوسکتا ہوں۔

پوری دنیا میں ایس ایم ایس اور ویب سائیٹس فلٹر ہوتی ہیں، آپ یورپ، امریکا اور مشرق بعید کے ممالک میں آسانی سے پورنو گرافک سائیٹس نہیں دیکھ سکتے۔ یورپ میں حکومت والدین کو کمپیوٹر پر ممنوعہ ویب سائیٹس کو بلاک کرنے کا طریقہ سکھاتی ہے۔ والدین گھروں میں اور بچوں کے کمپیوٹرز پر ایسی ویب سائیٹس بلاک کرا دیتے ہیں۔ یورپی والدین ویب سائیٹس سروسز دینے والے اداروں کو بھی پابند کرسکتے ہیں جبکہ ہمارے ملک میں کمپیوٹر اور موبائل ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ آپ کے بچے دن رات کمپیوٹر پر کیا دیکھ رہے ہیں، آپ اندازہ نہیں کرسکتے۔ میں نے کل اخبار میں پڑھا حکومت نے ڈیڑھ لاکھ پورنو گرافک ویب سائیٹس اور موبائل پر ۱۶۹۵ غیر اخلاقی الفاظ پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا ہے، مجھے یہ خبر پڑھ

کر خوشی ہوئی، یہ ایک انتہائی اچھا بلکہ شاندار فیصلہ ہے اور میری حکومت سے درخواست ہے حکومت اس پر فوراً عمل کرے۔ فحش ویب سائیٹس اور فحش ایس ایم ایس کی وجہ سے معاشرہ تباہ ہو رہا ہے۔ یہ پابندی اقبال صاحب جیسے کروڑوں والدین پر احسان ہوگا۔ ایک بد لحاظ اور بد اخلاق شخص ہزاروں خودکش حملہ آوروں سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ ہم نے اگر معاشرے کو فحاشی سے بچالیا تو یہ آج کے دور کا بہت بڑا جہاد ہوگا اور حکومت کو یہ جہاد فوراً شروع کرنا چاہیے۔ اس سے پہلے کہ ہم سب محمد اقبال بن چکے ہوں۔ (بشکریہ ایکسپریس)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

جواہر ہدایت

مصنف: حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی

ناشر: ادارہ تحفظ افکارِ اسلام (میر پور، شاہکوٹ، ننکانہ)

ضخامت: ۵۱۹ صفحات

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

درس وتدریس، خطابت وتقریر اور تصنیف وتالیف بہ ظاہر وباطن الگ الگ شعبے ہیں۔ تبلیغ دین اسلام کا جذبہ وشوق اور خالص اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کا فروغ جتنا آج کے دور میں ضروری ہے، اتنا ضروری شاید پہلے نہیں تھا۔ معاشرتی ناہمواریوں کے باعث تیزی سے بڑھتے ہوئے رسومات وبدعات کے سلسلے کے آگے جس طرح علمائے حق نے بند باندھے وہ اپنے طور پر قابل تحسین عمل ہے۔

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی حفظہ اللہ ایک قابل مدرس ہیں۔ تصنیف وتالیف کا ملکہ بھی انھیں حاصل ہے۔ مقرر بھی شان دار ہیں۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے جاری ہونے والے ''ترجمان الحدیث'' کے مدیر بھی ہیں۔ (اب یہ مجلّہ بعض وجوہات کے باعث بند ہو چکا ہے) مگر انھوں نے قلم اور کتاب کا ساتھ جاری رکھا ہوا ہے۔ ان کے قلم سے اب تک چند ضخیم کتب منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ مضامین تو انھوں نے بہت سے لکھے اور جماعتی رسائل وجرائد کی زینت بنتے رہے اور بنتے رہتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ''جواہر ہدایت'' بڑے مفید مقالات علمیہ سے مزین کتاب ہے۔ اس کے عناوین درج ذیل ہیں:

ا۔ فرضیت زکوۃ اور اس کے احکام۔ ۲۔ فضائل ومسائل رمضان المبارک۔ ۳۔ فضائل ومسائل عشرہ ذوالحجہ۔ ۴۔ معیارِ ہدایت صحابہ کرام علیہم الرضوان۔ ۵۔ چند خوش نصیب لوگ۔ ۶۔ شب برات اور اس کی شرعی حیثیت۔ ۷۔ جشن میلاد النبی ﷺ عقل ونقل کی کسوٹی پر۔ ۸۔ قبولیت اعمال کی شرائط۔ ۹۔ حقیقی کامیابی کیسے ممکن؟ ۱۰۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اور ان کی تعلیمات۔ ۱۱۔ تحریک تحفظ ختم نبوت میں اہل حدیث کا کردار۔ ۱۲۔ بسنت ایک تفریح یا گناہوں کی دلدل۔ ۱۳۔ تقلید کے نتائج وغیرہ۔

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی نے جس محنت، توجہ، تحقیق اور ذوق سے یہ کتاب مرتب کی ہے، قاری پڑھتے وقت اس کتاب میں محسوس کر ہی لے گا۔ مسئلوں کی نوعیت کے پیش نظر اگر تحریر میں کوئی شدتِ آئی بھی ہے تو وہ خطابت سمجھی جائے گی جو ایک شعلہ بیان خطیب کا خاصہ سمجھی جاتی ہے۔

مصنف موصوف نے جس قابلیت سے اپنے مضامین کو ترتیب دیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ آج کل کے نوآموز خطباء اور مطالعے کے شوقین حضرات کے لیے یہ کتاب بھی زیر مطالعہ آنی چاہیے۔

مقدمہ شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ کا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ گوندلوی، حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی، استاذی مولانا محمد یٰسین ظفر، محترم محمد رمضان یوسف سلفی، رانا شفیق خاں پسروری اور ملک عبدالرشید عراقی کی نہایت شان دار، جان دار اور ایمان افروز تعارفی تحریریں بھی کتاب کی شان وشوکت میں اضافے کا باعث ہیں۔ اللہ کرے یہ کتاب مقبول عام وخاص ہو اور اسلامی تعلیمات کے باعث لوگوں کی ہدایت کا باعث ہو جائے، آمین۔

کتاب کمپیوٹر کمپوز شدہ اور مجلد ہے۔ اہل حدیث کتب خانوں پر دستیاب ہے۔

مسئلہ رؤیت ہلال اور ۱۲ اسلامی مہینے

مصنف: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ
ضخامت: ۳۹۸ صفحات
ناشر: دارالسلام، ۳۶۔ لوئر مال، لاہور
تبصرہ نگار: حمادالحق نعیم

دنیا کا نظام فطرت بڑا منظّم اور مستحکم ہے۔ کائنات کا ہر عمل تنظیمی کارکردگی کا زبردست مظہر ہے۔ چاند، ستارے اور سورج اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔ اسی طرح رات اور دن کا آنا جانا اپنے اندر نظم وضبط کا بے مثال سبق رکھتا ہے، پس ایسا نظام محض کارعبث نہیں ہوسکتا، یعنی اس نظام میں بنی نوع انسان کے لیے نظم ونسق کا درس پنہاں ہے۔

وقت کا تعین اور اس تعین کے بعد لائحہ عمل مرتب کرنا اس نظام فطرت کا جوہر ہے۔ بدو آفرینش ہی سے تعین اوقات بارہ مہینوں کی صورت میں ربّ العزت نے فرما دی تھی۔ اسلام کے ظہور کے بعد دور فاروقی میں ہجری تقویم کی بنیاد رکھی گئی جو بارہ مہینوں پر مشتمل ہے۔ چونکہ اسلام کے امتیازی تہوار اور عبادات چاند سے متعلق ہیں، اس لیے اسلامی تقویم کے مہینوں کا آغاز واختتام اور دنوں کا تعین چاند کے گھٹنے بڑھنے اور نئے چاند کے طلوع ہونے پر کیا جاتا ہے۔

نیا چاند دیکھنا (رؤیت ہلال) مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے بسا اوقات ممکن نہیں ہوتا، اس لیے اس مسئلے میں قرونِ اولیٰ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ باوجودیکہ عہد حاضر سائنس وفلکیات وغیرہ علوم وفنون میں ترقی کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے، مسئلہ رؤیت ہلال میں اختلاف بڑی شد ومد سے جاری ہے۔ مزید برآں جاہلانہ نظریات کی وجہ سے لوگوں نے اسلامی مہینوں کی طرف طرح طرح کی رسمیں اور بدشگونیاں منسوب کر رکھی ہیں۔

پیش نظر کتاب مولانا صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے جس میں انھوں نے مذکورہ بالا دونوں مسئلوں پر سیر حاصل اور نتیجہ خیز مباحث رقم کیے ہیں اور ان کے ہر ممکنہ پہلو پر لکھا ہے اور خوب لکھا ہے۔

کتاب کی ابتدا میں حافظ صاحب حفظہ اللہ نے ایک مقدمہ سپرد قلم کیا ہے جس میں انھوں نے حقیقت بدعت، بدعت کی تعریف اور اس کی حدود واطلاق پر بڑی مفصل گفتگو کی ہے۔ بالخصوص مقدمے کے وہ حصے بڑی اہمیت کے حامل ہیں جن میں عہد حاضر کے بدعتیوں کے دلائل کا تار و پود بکھیرا گیا ہے اور ان دلائل کا بہترین تجزیہ کیا گیا ہے، چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

> ''جتنے بھی اہل بدعت ہوگزرے ہیں یا اب ہیں، سب اپنی اپنی ایجاد کردہ بدعت کو بدعت حسنہ ہی قرار دیتے ہیں۔ کوئی بھی یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ ان کی بدعت گمراہی والی ہے۔ اس طرح اب تک جو سیکڑوں بدعات ایجاد ہوچکی ہیں وہ سب کی سب حسنہ قرار پائیں گی، اور اس طرح فرمانِ نبی ﷺ ((کل بدعة ضلالة)) عبث اور یکسر لاحاصل قرار پائے گا۔'' (ص: ۸۷ ملخصا)

مزید فرماتے ہیں:

> ''بدعت کو حسنہ قرار دینے کا اصول اور ضابطہ کیا ہے؟ اگر کہا جائے کہ جو بدعت شریعت کے موافق ہو وہ حسنہ ہے تو یہ بات سرے سے بدعت کے ذیل میں نہیں آتی کیونکہ جو کام شرع کے موافق ہو اسے بدعت نہیں کہا جاتا۔''

(ص: ۸۷ ملخصا)

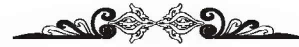
بمصداق ''مشتے نمونہ از خروارے'' ایک دو مقام آپ کے سامنے رکھے گئے ہیں، ورنہ کتاب میں جا بجا ایسے مفید مباحث بکھرے پڑے ہیں۔

مقدمے کے بعد کتاب میں مسئلہ رؤیت ہلال پر داد تحقیق دی گئی ہے۔ اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مطالع کا اختلاف معتبر ہے، نیز ہر اس علاقے کی رؤیت دوسرے علاقے والوں کے لیے معتبر نہیں ہوگی جن کے مطالع مختلف ہوں۔ مزید یہ کہ رؤیت ہلال کے لیے علم فلکیات سے مدد لینا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ بعض اوقات ضروری ہوجاتا ہے۔ اسی طرح مسئلہ رؤیت ہلال کے مبحث کے تحت حافظ

صاحب حفظہ اللہ نے رؤیت ہلال کمیٹی اور اس کی پیش کردہ تجاویز کے بارے میں اور اس کمیٹی کی کارکردگی میں مزید بہتری بلکہ اس کے قائم کیے جانے کے بنیادی مقصد کے حصول کو قریب تر کرنے کے لیے مزید اقدامات کیے جانے کی طرف راہنمائی بھی کی ہے۔

اس کے بعد شروع میں بیان کردہ ہجری تقویم کے بارہ مہینوں کے فضائل اور ان میں کیے جانے کے لائق مسنون اعمال بیان کیے گئے ہیں، اور جاہلانہ نظریات کی پیروی میں عوام نے جن بدعات ورسومات کو اپنے ہاں رائج کر رکھا ہے ان کی مدلل تردید ومبرھن بیخ کنی کی گئی ہے۔ بالخصوص ان بدعات ورسومات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا گیا ہے ہمارے معاشرے میں جن کی ادائیگی کا اہتمام عبادات سے بھی بڑھ کر کیا جاتا ہے، چنانچہ عید میلاد النبی ﷺ، کونڈوں کی رسم اور اسی طرح شب برات کی حقیقت واشگاف الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

الغرض، کتاب لائق مطالعہ ہے۔ معنوی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے کتاب کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب حفظہ اللہ کو صحت والی لمبی زندگی اور دین حنیف کی مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔



وضاحت

رواں جلد کے شمارہ نمبر ۲ میں ''نیا سال'' کے عنوان سے نظم شائع ہوئی ہے۔ یہ ''نظم'' فیض لدھیانوی مرحوم کی ہے نہ کہ فیض احمد فیض کی۔ قارئین واحباب نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

تقریب تکمیل قرآنِ کریم

جامع مسجد محمدی اہل حدیث شیخ کالونی فیصل آباد میں درج ذیل چار طلباء نے قرآنِ کریم کی تکمیل کی ہے۔ نوید الرحمٰن، ابوحارث، محمد نعمان، توصیف الرحمٰن ۲۲ دسمبر ۲۰۱۱ء کو مسجد ہذا میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ مداح صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت قاری عبدالحفیظ فیصل آبادی نے طلباء کو پند ونصائح سے نوازا۔ نیز قاری حبیب اللہ بسمل اور قاری احمد علوی صاحبان کی محنتوں کی تعریف کی۔ نئے طلباء کے لیے داخلہ جاری ہے۔ (انتظامیہ مسجد ہذا)

دعائے صحت کی درخواست

پروفیسر عبدالخالق سہریانی بلوچ (کندہ کوٹ سندھ) ان دنوں علیل ہیں۔ احباب جماعت موصوف کی صحت کاملہ کے لیے دعائے صحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (محمد یاسین شاد۔ ملتان)

ضروری اعلان

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین وحضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام وصفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
- جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کردیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
- مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (مینیجر)

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

٣٨ء٢٩٧	مفتی محمد عبید اللہ بن الشیخ محمد حسین (مجموعہ ٢ کتب)
ع٦٠ا	احکام جنازہ، ص:١١٢۔ رحیم ہارڈویئر، رحمان گلی نمبر٢، چوک دالگراں، لاہور۔
	٢۔ اخلاق العلماء۔ ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری، ص:٦٤۔ ادارہ احیاء السنۃ، گھرجاکھ، گوجرانوالہ۔
٣٨ء٢٩٧	عبیدالرحمٰن عزیز الٰہ آبادی
ع٣٤م	مومن کی زندگی کے آخری مراحل، ص: ١١٢۔ ادارہ امر بالمعروف، پتوکی، قصور۔
٣٨ء٢٩٧	حافظ عمران ایوب لاہوری
ع٩٤٢ج	جنازے کی کتاب، ص: ٣١٠۔ فقہ الحدیث پبلی کیشنز، لاہور۔
٣٨ء٢٩٧	مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری
ع٣٤ک	کتاب الجنائز، ص:١١١۔ نامی پریس، لکھنو۔
٣٨ء٢٩٧	فضل الرحمٰن بن محمد
ف٦٩٤ج	جنازے کے مسائل، ص: ٢٤٨۔ حاجی شیخ محمد ارشاد، حاجی شیخ محمد ریاض۔
٣٨ء٢٩٧	محمد اقبال کیلانی
ک٩٤ج	جنازے کے مسائل، ص:١٢٠۔ حدیث پبلی کیشنز، شیش محل روڈ، لاہور۔
٣٨ء٢٩٧	کرم الدین
ک٤٣ج	جنازہ غائبانہ، ص: ٩٦۔ اہل حدیث ٹرسٹ رجسٹرڈ، کراچی۔
٣٨ء٢٩٧	مفتی محمد کفایت اللہ (مجموعہ ٢ کتب)
ک٥٠١د	دلیل الخیرات فی ترک المنکرات، ص: ١٤٨۔ جید برقی پریس، دہلی۔
	٢۔ رفاہ المسلمین شرح مسائل اربعین۔ مولوی سعدالدین عثمانی۔
٣٨ء٢٩٧	محمد
م٢٨١ب	بدعت توڑ سفر آخرت، ص: ٨٠۔ مرکز تحقیق واشاعت ومسجد اتحاد المسلمین، لاہور۔
٣٨ء٢٩٧	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
م٤٨ت	تصویر کے شرعی احکام، ص:٩٦۔
٣٨ء٢٩٧	محمد اقبال کیلانی
ک٩٤ک	کتاب الجنائز، ص: ١١٢۔ حدیث پبلی کیشنز، کیلیانوالہ، ضلع گوجرانوالہ، پاکستان۔

اسلامی عقائد:

٤٠١ء٢٩٧	شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
ا١٢٣ج	جادۂ حق، ص: ٢٥١۔ ادارہ ترجمان السنہ، انارکلی، لاہور۔
٤٠١ء٢٩٧	حاجی ثناء اللہ صاحب دھلوی (مجموعہ ٤ کتب)
ت٣٧ت	تبلیغ توحید، ص:١٦۔ جید برقی پریس، دہلی۔
	٢۔ کتاب لا جواب خدا راہ۔ حاجی ثناء اللہ صاحب، ص:١٦۔ جید برقی پریس۔
	٣۔ نماز با معنی۔ حاجی ثناء اللہ، چاندی چوک، دہلی۔ص: ١٦٠۔ جید برقی پریس۔

۴۔ ڈاڑھی کا فلسفہ، ص: ۱۵۔ مولانا حسین احمد مدنی۔ مکتبہ شعیب، بنس روڈ، کراچی۔

۲۹۷ء۴۰۱ علامہ شیخ محمد نسیب الرفاعی
ر۳۷۷م مشروع اور ممنوع وسیلہ کی حقیقت، ص: ۳۳۶، الدار السّلفیہ، بمبئی۔

۲۹۷ء۴۰۱ اصغر علی روحی
ر۴۸م مافی الاِسلام، جلد اوّل، ص: ۱۲۷ + جلد دوم، ص: ۴۸۳۔ عام پریس، لاہور۔

۲۹۷ء۴۰۱ سلمان مصطفیٰ
س۸۴ا اسلام کے بنیادی اصول، ص: ۱۶۲۔ ندائے حق: ۵۸۷۔ آئی نائن ون، اسلام آباد۔

۲۹۷ء۴۰۱ محمد عباس طور
ط۸۱ش انتخاب شرح عقیدہ الطحاویہ، ص: ۲۷۔ ادارہ علوم اسلامیہ، جھوک دادو، ضلع فیصل آباد۔

۲۹۷ء۴۰۱ پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری
ع۵۸ت تعریف اہل سنت، ص: ۵۲۔ ادارہ تبلیغ الاسلام، اہل حدیث جام پور، ضلع راجن پور۔

۲۹۷ء۴۰۱ پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری
ع۵۸ا اصلی اہلسنّت، ص: ۳۲۔ ادارہ تبلیغ الاسلام اہل حدیث، جام پور، ضلع راجن پور۔

۲۹۷ء۴۰۱ مولانا عبدالواحد اعوان
ع۸۴ص صحیح اسلامی عقائد، ص: ۲۰۷۔ محمدی کیسٹ ہاؤس، لاہور۔

۲۹۷ء۴۰۱ علامہ یوسف القرضاوی
ق۵۲ا ایمان اور زندگی، ص: ۱۸۷۔ اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور۔

۲۹۷ء۴۰۱ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی
م۷۹ر رسالہ دینیات، ص: ۱۱۹۔ دفتر رسالہ ترجمان القرآن، ملتان روڈ، لاہور۔

عقیدہ توحید و ردّ بدعات:

۲۹۷ء۴۱ علامہ محمد اقبال
ا۶۰۲ت تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، ص: ۳۷۵۔ بزم اقبال، نرسنگھ داس گارڈن، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ امیر حمزہ
ا۲۹۳ا اللہ موجود نہیں، ص: ۱۸۴۔ دارالصفہ پبلی کیشنز، نیلا گنبد، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ سیّد اشرف علی
ا۴۵۵ت تحفہ محمدیہ فی ردّ فرقہ مرتدیہ، ص: ۳۱۶۔ مطبع فتح الکریم واقع معمورہ، بمبئی۔

۲۹۷ء۴۱ امام ابن تیمیہ
ا۲۳ا افادات امام ابن تیمیہ، ص: ۱۶۸۔ المکتبۃ السّلفیہ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ امیر حمزہ بن نذیر احمد
ا۶۹۳ب باران توحید، ص: ۱۸۳۔ مکتبۃ الصفہ، کالونی شاداباغ ننکانہ، شیخوپورہ۔

۲۹۷ء۴۱ امین احسن اصلاحی
ا۵۸ت تزکیہ نفس، جلد دوم، ص: ۲۱۷۔ فاران فاؤنڈیشن، فیروز پور روڈ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ حکیم محمد اشرف سندھو
اپ پیغام جیلانی، ص: ۱۸۵۔ دارالاشاعت اشرفیہ، سندھو بلوکی، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱ سیّد اسماعیل شہید
ا۴۲ن نور الایمان فی تقویۃ الایمان، ص: ۱۰۴۔ جامعہ ستاریہ اسلامیہ، کراچی۔

آئین چاہیے

دل کو سکون روح کو تسکین چاہیے
اس سر زمین پاک کو آئین چاہیے

میر و وزیر دانش حاضر کے خوشہ چیں
میں ہوں گناہ گار مجھے دین چاہیے

یورپ کے فلسفہ کے دروبست چھوڑ کر
احکامِ ذوالجلال کی تدوین چاہیے

تاب و تب حیات جگر کے لہو سے ہے
اب جہد و فہم و فکر کی تزئین چاہیے

دھن و نتری جی مرلی بجاتے ہوئے چلے
گیسو دراز خاں کے لیے بین چاہیے

ازبسکہ اس دعا پہ عزیزانِ محترم!
طیبہ کی وادیوں سے بھی آمین چاہیے

جتنے نمک حرام ہیں اسلام کے خلاف
ان کی بہ قولِ ترمذی تدفین چاہیے

جی میں بسا کے خواجۂ کونین کی لگن
پھر اس اساسِ خاص پر آئین چاہیے

شورش مرے چمن کے محافظ ہیں مسخرے
ان بزدلوں کی ہر کہیں توہین چاہیے

(شورش کاشمیری)